بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلّہ

الحق

ماھنامہ

شعبان/رمضان ۱۴۲۳ھ اکتوبر ۲۰۰۲ء

مُدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمدللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک وبیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جوکہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ**۔

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7 - 01　نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 721

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk (OR) haqqania@hotmail.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ____ 38
شمارہ نمبر ___ 1
شعبان/رمضان ۱۴۲۳ھ
اکتوبر ____ ۲۰۰۲ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی
ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: نئی حکومت کا شاخ نازک پر قیام' عراق کے خلاف امریکہ کی متوقع جارحیت'
سیکولر ترکی میں بھی مذہبی جماعت کی شاندار کامیابی .... راشد الحق سمیع ۲
نعمتیں انعام بھی او امتحان بھی .... شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق ۶
مسلماں کو مسلماں کردیا طوفان مغرب نے .... محمد الیاس ندوی بھٹکلی ۱۵
قرآن کریم کے تراجم۔ ماضی پر نظر اور مستقبل کا لائحہ عمل .... ڈاکٹر احمد خان ۲۱
ازدواجی تعلقات (تنبیہ الزوجین) .... ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی ۳۳
سرسید مفتی عتیق الرحمان کی نظر میں .... جناب ضیاء الدین لاہوری ۴۵
عصر حاضر میں ثمن عرفی کے لئے معیار نصاب .... مولانا مفتی مختار اللہ حقانی ۴۹
تبصرہ کتب .... محمد اکرم کاشمیری ۶۱

Computer Operator : BABER HANIF

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر : 630435 , 630340 -(0923)
ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk Or haqqania@hotmail.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز

راشد الحق سمیع

نئی حکومت کا شاخ نازک پر قیام

ایک ماہ سے زائد جاری اعصاب شکن اور صبر آزما مذاکرات جو مختلف سیاسی جماعتوں کے درمیان ہو رہے تھے بالآخر تمام پارٹیوں بشمول حکومت کی بے لچک پالیسیوں کے باعث ناکام ہو گئے اور پھر اس کے نتیجے میں حکومت اور اس کی ہم خیال جماعت (مسلم لیگ 'ق') نے حکومتی اثر و رسوخ لالچ اور دباؤ کے نتیجہ میں حکومت کا ڈھانچہ ایک ووٹ کی معمولی اکثریت سے قائم کر تو لیا ہے لیکن اس کا قیام اور اسکی مدت اقتدار کے بارے میں تمام تجزیہ نگار متفق ہیں کہ دل کا جانا ٹھہر گیا ہے صبح گیا یا شام گیا۔

لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ملک میں ایک کمزور حکومت کا قیام ملک وملت کے لئے کسی بھی طور پر نیک شگون نہیں ہے اور پھر فوجی جرنیلوں اور مخصوص عالمی حالات کے تناظر اور سیاسی جماعتوں کی بلیک میلنگ کے باعث اس کی رخصتی کا ہر وقت دھڑکا رہے گا۔

تین سال سے تو قوم کو یہی باور کرایا جا رہا تھا کہ نئے الیکشن میں ملک وملت کی تقدیر کا پانسہ پلٹ جائے گا اور ایک نئی صالح، قابل قیادت قوم کو فراہم کی جائے گی۔ لیکن منقسم انتخابی نتائج، حالات کے جبر اور حکمرانوں کی پالیسیوں کے باعث شبِ تاریک کے گزرنے کے بعد بھی وہ امیدوں کا سورج طلوع نہ ہو سکا جس سے اپنے ''ظلمت کدے'' کی تاریکی دور ہو جاتی ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

یہ داغ داغ اجالا یہ شب گزیدہ سحر وہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں

وہی پرانے چہرے، وہی سیاسی مداری، وہی پرانی حکومتوں والے خدوخال اور وہی فرسودہ و بوسیدہ نظامِ حکومت اور وہی باعث ذلت ہارس ٹریڈنگ۔ کچھ بھی تو نہیں بدلا۔ آدھی قوم سے زیادہ نے مجلس عمل کو اپنے ضمیر کی آواز قرار دیا اور انہیں مینڈیٹ دیا کہ ظالمانہ اور انگریزی نظام کے لات ومنات سے انہیں چھٹکارا ملے لیکن ان بتوں کے محافظ آذروں نے اس کے تحفظ کے لئے ہزار سدِ سکندری کھڑی کر دیں۔ حکومت، پیپلز پارٹی اور امریکہ نے آخر تک اس کے خلاف اپنی سازشیں جاری رکھیں اور اپنے مقصد میں کامیاب رہیں۔

وزیراعظم کے حلف کے بعد پہلی ہی فرصت میں ۲۶ وزراء اور مشیروں کی فوج ظفر موج کی پہلی قسط ہمارے سامنے آ گئی ہے۔ خدا جانے مزید اس سلسلے میں اور کتنی نئی قسطیں قوم کو بھگتنا پڑیں گی۔ بہر حال اس تمام کھیل تماشے کا

اضافی بوجھ غریب آدمی کو ہی اٹھانا پڑے گا اور اس کی قبائے مفلسی میں مزید رنج و غم کے پیوند لگ جائیں گے۔

اس تمام صورتحال اور حکومت سازی میں متحدہ مجلس عمل کا بھی ایک بڑا رول رہا۔ اگر چہ اس کا نتیجہ کچھ بھی سامنے نہ آسکا اور مجلس عمل کے ووٹروں پر اس سعی رائیگاں کا کافی منفی اثر بھی پڑا۔ اگر چہ پارلیمنٹ اور جمہوری نظام میں مجلس عمل نے اپنا حق استعمال کیا کیونکہ خلق خدا نے ووٹ اس لئے مجلس کو دیئے تھے کہ ملک کے نظام میں تبدیلی لائی جائے اور ظاہر ہے کہ یہ تبدیلی بغیر حصول اقتدار و اختیار کے ممکن نہیں تھی لیکن موجودہ عالمی حالات اور خصوصاً امریکہ بہادر کی موجودگی میں پاکستان جیسے جغرافیائی لحاظ سے انتہائی نازک اور حساس اٹیمی ملک میں ''ملاؤں'' کی حکومت کسے اور کیسے گوارا کی جاسکتی تھی؟ چاہیے تو یہ تھا کہ ان نازک حالات میں مجلس عمل اپنے دامن کو اس کھینچا تانی سے محفوظ رکھتی تو یہ زیادہ حکمت اور وقار کا مقام ہوتا۔ خیر جو کچھ ہوا وہ کل کی بات ہوئی لیکن اب آئندہ قیادت کو پھونک پھونک کر قدم اٹھانے ہوں گے۔ اور ایسے اقدامات سے پرہیز کرنا پڑے گا جس سے مجلس عمل کی اچھی ساکھ مجروح ہو۔

تاہم یہ امر خوش آئند ہے کہ مجلس عمل کے قائدین نے پارلیمنٹ میں حکومت کے ساتھ بعض معاملات میں تعاون کرنے کی جو یقین دہانی کرائی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ وسیع النظری اور اعلیٰ اقدار کی ایک نئی مثال انہوں نے قائم کی ہے اور آئندہ بھی مجلس عمل کو چاہیے کہ وہ روایتی اپوزیشن کا کردار ادا نہ کرے اور ایک صحت مند اور مثبت حزب اختلاف کی طرح نوڈالے۔ یقیناً یہ پاکستان کی پارلیمانی تاریخ کا ایک نیا باب ہوگا۔

نئے وزیر اعظم ظفر اللہ خان جمالی نے اس بات کا واضح طور پر اظہار کیا ہے کہ وہ اپنے پیشرو مشرف حکومت کی داخلی اور خارجی پالیسیوں کا تسلسل برقرار رکھیں گے جو کہ باعث صد افسوس ہے' نئی حکومت کو قوم کی دلوں کی دھڑکن سننی چاہیے اور ان کے جو بنیادی مسائل ہیں ان کا مداوا کرنا چاہیے اور غلامانہ خارجہ پالیسی کا طوق اپنے گلے سے اتارنا چاہیے اور اس ملک میں صحیح اسلامی نظام اور ایک فلاحی اسلامی ریاست کی داغ بیل رکھنی چاہیے۔ اگر ان امور کی طرف صدق دل سے توجہ دی گئی تو یقیناً مجلس عمل بھی ان کا بھرپور ساتھ دے گی اور قوم بھی مطمئن رہے گی اور اگر وہی پرانی روش اور انگریزی نظام کی حفاظت جاری رکھی گئی تو قوم کی مایوسی اور بے یقینی اور بڑھے گی۔

آخر میں ہمارے صوبہ سرحد کی حکومت سے بھی یہی گزارش ہے کہ وہ بھی اپنے قول و فعل سے ایک ایسی اسلامی ماڈل حکومت تشکیل دے جو اس پسماندہ صوبہ کی تقدیر بدل دے اور یہاں پر نفاذ اسلام کو یقینی و عملی بنانے کے لئے اپنے تمام وسائل اور صلاحیتیں صَرف کرے' کیونکہ یہاں کی عوام نے متحدہ مجلس عمل پر بے پناہ اعتماد کیا ہے' خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ ان کے اعتماد کو اقتدار کی چکاچوند کہیں اوجھل نہ کردے۔ منتخب حکومت کو حضرت مفتی محمودؒ کا شاندار دور حکومت کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ اور آخر میں اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ اس نئی حکومت کو استحکام سے نوازے۔ (امین)

عراق کے خلاف امریکہ کی متوقع جارحیت

امریکی مظالم کا ان دنوں خصوصی نشانہ عالم اسلام کے وہ ممالک ہیں جن میں غیرت وحمیت کا عنصر کچھ نہ کچھ پایا جاتا ہے۔ افغانستان کی اسلامی حکومت کے تہہ و بالا کرنے کے بعد اب امریکہ کا اگلا نشانہ بیچارہ عراق ہے۔ جس پر پہلے ہی امریکہ اپنے تمام ہنر ہائے ستم آزما چکا ہے اور اس پر برسوں سے بدترین اقتصادی پابندیاں لاگو کرا چکا ہے جس کے نتیجے میں لاکھوں انسان اور بچے ہلاک ہو چکے ہیں لیکن اس کی خونی پیاس بجھتی ہی نہیں۔ اب اس پر حملہ کے لئے نت نئے بہانے تراشے جا رہے ہیں۔ اگرچہ سلامتی کونسل کے چند ممالک روس، چین، اور خصوصاً فرانس نے امریکہ کو حملے سے باز رکھنے کے لئے شروع میں بہت کچھ کیا لیکن بالآخر انہیں بھی امریکہ نے رام کر ہی دیا۔ اور اب گزشتہ دنوں امریکہ نے اپنے زیردست ادارے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے عراق کے خلاف انتہائی سخت قرارداد منظور کرا لی ہے جس کی بدقسمتی سے تمام ممالک نے توثیق بھی کر دی اور اب اسلحہ معائنہ کار عراق پہنچ کر اپنا کام بھی شروع کر چکے ہیں۔ اور اب کی بار انہیں پہلے سے بھی زیادہ لامحدود اختیارات سونپے گئے ہیں گو کہ عراقی حکومت امریکہ کے تمام ظالمانہ شرائط مان چکی ہے لیکن پھر بھی امریکہ اور برطانیہ کے طیارے آئے روز عراق کے مختلف علاقوں اور مقامات پر وحشیانہ بمباری کر رہے ہیں اور اب تو امریکہ عراق پر حملہ کرنے کے لئے صرف تاریخ کے تعین کا سوچ رہا ہے۔ اس کے بالمقابل پوری مہذب دنیا اور خود امریکہ اور مغربی ممالک کے لاکھوں عوام اس جارحیت کے خلاف مظاہرے کر رہے ہیں لیکن امریکہ اپنے غرور، تکبر اور فرعونیت کے زعم میں تمام اخلاقی اور سفارتی حدود کو پامال کرنے کے درپے ہے۔ یہ مقام عالم اسلام کے لئے باعث شرم ہے کہ ایک ایک اسلامی ملک اس کا نشانہ بن رہا ہے اور دوسرے تمام اسلامی ممالک صرف اس کا تماشہ دیکھ رہے ہیں۔

قرائن اور امریکی تیور یہی بتا رہے ہیں کہ عنقریب ہی ایران، سعودی عرب اور پاکستان بھی اس کا نشانہ بننے والے ہیں۔ کیونکہ گزشتہ سال بقول امریکی صدر بش افغانستان سے صلیبی جنگوں کا آغاز ہو چکا ہے، اب عراق اور دیگر مندرجہ بالا ممالک اس کا تتمہ ہوں گے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ انشاء اللہ امریکی جارحیت اور اس کی سازشیں عالم اسلام کی یکجہتی اور اس میں اسلامی انقلاب برپا ہونے کا آغاز ثابت ہو رہے ہیں۔ آخر کہاں تک امریکہ اپنی بالادستی اور اجارہ داری قائم کر سکے گا؟ کیا اس کی اقتصادی حالت اس قدر طویل جنگوں کی متحمل ہو سکتی ہے؟ روس جیسی سپر اور عظیم اقتصادی طاقت کی آخر کیا حالتِ زار بنی؟ ہٹلر کے عظیم جرمنی کا کیا برا حال ہوا؟ اور عظیم گریٹ برٹن کا آخر میں کیا حشر بنا؟ لیکن افسوس کہ طاقت کے نشے میں مست طاقتیں ہمیشہ تاریخ سے عبرت حاصل نہیں کرتیں اور بالآخر تاریخ کی داستان پارینہ بن جاتی ہیں۔

سیکولر ترکی میں بھی مذہبی جماعت کی شاندار کامیابی

امریکہ نے ۱۱ ستمبر کے واقعہ کی آڑ میں مسلمانوں اور عالم اسلام کو تباہ کرنے اور خصوصاً مذہبی جماعتوں کا کردار ختم کرنے کا جو عظیم مکروہ اور خطرناک منصوبہ تیار کیا تھا اور اس کا آغاز افغانستان میں امارت اسلامی کا عملاً خاتمہ کرنا اور پھر خاص طور پر پاکستان میں مذہبی قوتوں کی سرکوبی کیلئے فوجی حکمرانوں کے ساتھ مل کر انہوں نے جو اقدامات اٹھائے اور خطرناک سازشیں تیار کیں وہ سب کے سامنے عیاں ہیں۔ لیکن اس کے مقابل سب سے بڑی اور لازوال سپر طاقت خداوند تعالیٰ کے منصوبے' تدابیر اور حکمت وقدرت نے انکے تمام مکروہ عزائم پر پانی پھیر دیا۔ انہوں نے انتخابات کا ڈرامہ اپنے مقاصد کے حصول اور سیکولر ایجنڈے کی تکمیل کیلئے رچایا تھا اسے متحدہ مجلس عمل کے اتحاد نے بری طرح ناکام بنادیا اور یوں شکاری خود اپنے ہی جال میں الجھ کر رہ گئے۔ ع لو خود ہی اپنے دام میں صیاد آ گیا

ابھی امریکہ پاکستان میں متحدہ مجلس عمل کی کامیابی کا صدمہ سہہ نہ پایا تھا کہ یورپ کے قریبی سیکولر ملک ترکی میں بھی اسلامی جماعت ''جسٹس اینڈ ڈوپلمنٹ پارٹی'' نے بھی انتخابات میں عظیم تاریخی کامیابی حاصل کرلی اور پارلیمنٹ میں واحد اکثریتی پارٹی بن کر ابھری۔ یہ امریکہ اور عالم کفر کے لئے دوسرا طمانچہ ہے اور ان کے لئے سوچنے کا مقام بھی ہے کہ ان کی ساری تدبیریں اور سازشیں تار عنکبوت ثابت ہورہی ہیں اور ان کے علی الرغم مذہبی قوتیں مزید کامیابیاں حاصل کررہی ہیں۔ دینی جماعتوں کی کامیابی اصل میں امریکی مخالفت کے باعث بھی یقینی ہوئی۔ دنیا بھر کے مسلمان ۱۱ ستمبر کے بعد اس نتیجے پر پہنچ گئے ہیں کہ امریکہ ٹیررازم کے خلاف نہیں بلکہ وہ مسلمانوں کو تباہ کرنے کے درپے ہے۔ اسی لئے پاکستان اور ترکی کے عوام نے دینی غیرت اور حمیت کا شاندار مظاہرہ کیا ہے۔ ترکی میں اس سے پہلے بھی مذہبی جماعتیں'' رفاہ '' وغیرہ کامیاب ہوئی ہیں لیکن ترکی کی سیکولر فوج اور امریکہ کے باعث انہیں اقتدار سے جبری الگ کیا گیا۔ لیکن اب کے بار ترکی کے عوام نے پہلے سے بھی زیادہ اکثریت میں مذہبی جماعت کو بھرپور انداز میں کامیاب کرایا ہے اور یہ اس بات کا پیغام ہے کہ ترکی سیکولرازم کے بدبودار نظام اور طرز حکومت سے متنفر ہوگیا ہے اور ترکی کے لوگ محسوس کرنے لگ گئے ہیں کہ اس نظام کے ہوتے ہوئے بھی ہماری اقتصادی ترقی ممکن نہ ہوسکی اور نہ ہی ہمیں یورپی یونین میں شامل ہونے دیا گیا۔ حالانکہ اقتصادی ترقی اور یورپی یونین میں شمولیت کے خوشنما وعدوں کے لئے ہی کمال اتاترک اور اس کے باقیات نے ترکی کی اسلامی خلافت اور اپنے مذہبی ثقافتی اقدار ملیا میٹ کردیئے تھے۔ لیکن آج ترکی کی بدترین اقتصادی صورتحال سب کے سامنے ہے۔

امید ہے کہ ''جسٹس اینڈ ڈوپلمنٹ پارٹی'' سیکولر ترک فوج کے ساتھ بہتر حکمت عملی کے ساتھ اپنے مقاصد کے حصول اور ملک وملت کے اسلامی تشخص کو بحال کرنے میں کامیاب ہوگی۔

سلسلہ خطبات جمعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب*
ضبط و ترتیب: حافظ محمد سلمان الحق انوار

نعمتیں انعام بھی اور امتحان بھی

اموال واولاد کا فتنہ۔ رزق حلال' کسب حلال میں اعتدال اور اسراف وتبذیر کی مضرتیں

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم ۔ امابعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم یاايها الذين امنوا لا تلهكم اموالكم ولا اولادكم عن ذكر الله ومن يفعل ذالك فاولئك هم الخاسرون. وانفقوا مما رزقناكم من قبل ان ياتی احدكم الموت فيقول رب لولا اخرتنی الی اجل قريب فاصدق واكن من الصالحين ولن يوخر الله نفسا اذا جاء اجلها والله خبير بما تعملون (سورة منافقون پاره ۲۸)

ترجمہ: اے مومنو! غافل نہ کر دیں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ ہیں خسارہ میں اور خرچ کرو جو کچھ ہمارا دیا ہوا ہے اس سے پہلے کہ آپہنچے تم میں کسی کو موت اور پھر کہے اے رب کیوں مہلت نہ دی مجھ کو' تھوڑی سی مدت کہ میں خیرات کرتا اور ہو جاتا نیک لوگوں میں۔ اور ہرگز اللہ مہلت نہ دے گا کسی نفس کو جب آپہونچا اس کا وقتِ موت۔ اور اللہ کو جو کچھ تم کرتے ہو خبر ہے۔

تعطل کی مذمت:

آپ کو یاد ہو گا کہ قریباً دو ہفتے قبل جمعہ کے خطبہ میں ان آیات کی تلاوت کے بعد ان سے متعلق کچھ معروضات پیش کئے تھے درمیان میں سلسلہ میری عدم موجودگی کی وجہ سے منقطع رہا آج پھر ان آیات کی تلاوت کر کے یہ بتلانا مقصود

---

* نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ہے کہ گزشتہ وعظ میں دنیا کے مال ومتاع کے برے اثرات اور مذمت کے بیان کا یہ مقصد نہیں کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر وسائل اور اسباب دنیا سے تعلق ہی ختم کر کے آسمان سے رزق نازل ہونے کے انتظار میں گوشہ نشینی اختیار کر لیں۔ الگ بات ہے کہ اگر اللہ پر ایمان پختہ اور عقیدہ اس حد تک راسخ ومضبوط ہو جائے کہ اللہ نے وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا کے ارشاد کے بموجب ہر ذی روح کو رزق پہونچانے کی ذمہ داری اپنے سر لی ہے تو بغیر وسائل رزق کے اختیار کرنے کے بھی وہ ذات برحق رزق پہونچانے پر قادر ہے' اس کے شواہد اور مثالیں اللہ والوں کے واقعات اور تاریخ میں بکثرت موجود ہیں۔ اس کے لئے شرط خالق ومالک کے ذات وارشادات پر یقین کامل اور عقیدہ کی پختگی کے ساتھ ساتھ انسان کا پیکر صبر ورضا ہونا ضروری ہے۔

کائنات میں رزق رسائی کا وسیع پروگرام:

اس کارخانہ عالم میں جہاں اربوں انسان بستے ہیں۔اس سے کئی گناہ بڑھ کر کیڑے مکوڑے حیوانات پرند وچرند موجود ہیں جن کو خالق حقیقی نے ان کے درجات کے مطابق روزی پہونچانے کے لئے ایک منظم اور مربوط نظام قائم کیا ہوا ہے۔حیوانات اور انسانوں کو پیدا کر کے ان کی پرورش کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ لینے کے وعدہ کو بہترین طریقہ سے نبھا رہا ہے۔قرآن میں خود ارشاد فرماتا ہے:

ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین ۔(سورۃ الذاریات)

''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سب کو رزق دینے والا مضبوط اور طاقتور ہے۔''

صبح سویرے لاتعداد جانور اپنے غاروں سے اور پرندے اپنے گھونسلوں سے بھوکے پیاسے نکل کر شام کو خوب سیر ہو کر اپنے اپنے ٹھکانوں کو واپس آجاتے ہیں۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے:

لو انکم تتوکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا و تروح بطانا ۔(ترمذی)

''اگر تم لوگ خدا تعالیٰ پر کامل اعتماد کر لو تو جس طرح وہ پرندوں کو روزی دیتا ہے' اسی طرح تم کو بھی دے گا کہ وہ پرندے صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آجاتے ہیں۔''

دنیا قدموں میں:

آج بھی اگر ایسے متوکلین پیدا ہو جائیں تو کچھ بعید از عقل نہیں کہ جتنا رزق انسان کی تقدیر میں لکھا ہوتا ہے وہ یقیناً اسے ملتا رہے گا خواہ اس کے حاصل کرنے کے لئے یہی حضرت انسان حیلہ اختیار کرے یا نہ کرے جس شخص کی توجہ اور دنیا کی چند روزہ زندگی کا مقصد آخرت ہوتی ہے آخرت کے کاموں کے لئے سفر کرتا ہے اسی مقصد کے لئے اقامت اختیار

کرتا ہے دنیا کے رہنے والوں سے دوستی اور دشمنی کا دارومدار بھی اسی آخرت کی بنیاد پر ہو تو رب العزت بھی اسے دنیا سے بے نیازی اور بے فکری اور استغناء کی نعمت سے مالا مال فرما دیتا ہے۔ دنیا کی وقعت اس کی نظروں سے ختم ہو جاتی ہے، پھر دنیا ذلیل وحقیر بن کر خود بخود اس کے قدموں میں اس کے پاس آ گرتی ہے۔ یہی وہ نصیحت ہے جس کی طرف ہم جیسے دنیا پرستوں کو متوجہ کرنے کے لئے آقائے نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ان الله تعالیٰ يقول ابن آدم تفرغ لعبادتی املا صدرک غنی واسد فقرک وان لاتفعل ملات يدک شغلا ولم اسد فقرک (رواہ احمد ومشکوٰۃ)

''حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اے بنی آدم تو اپنے آپ کو میری عبادت کے لئے فارغ کر دے میں تیرے سینے کو غنا سے بھر دوں، اور تیرے فقر کو ختم کر دوں گا اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تمہیں دنیا کے مشاغل میں تو مصروف کر دوں گا اور باوجود اس کے تیرا فقر ختم نہ ہوگا۔''

قربان جایئے محسن کائناتؐ کے ایک ایک ارشاد سے کہ کچھ اوپر چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ان کا ہر جملہ سچائی اور حقانیت کا علمبردار بن کر پوری انسانیت کو دعوت فکر دے رہا ہے۔ ہم جیسے نام کے مسلمانوں نے جب ان نصائح و مواعظ پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو غفلت اور رسوائی کے اندھیروں میں بھٹک گئے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ:

والد محترم برد اللہ مضجعہ اپنے مواعظ میں اکثر و بیشتر اپنے اکابر و اسلاف کے واقعات کے ضمن میں فرمایا کرتے تھے کہ کئی مواقع پر ہندوستان کے بڑے بڑے نوابوں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں نے ان بزرگوں کی خدمت میں خطیر رقوم پیش کیں مگر حقارت سے ان رقوم کو ٹھکرانے کے بعد ان دولتمندوں نے اپنے عطیات ان بزرگوں اور ان کے شاگردوں کے جوتوں میں ڈال کر حضورؐ کے اس فرمان کہ (جس شخص کا اللہ پر توکل ہو اس کی طلب رضا میں مگن ہو اللہ تعالیٰ ساتوں زمینوں اور آسمانوں کو اس کے رزق کا ذمہ دار بنا دیتا ہے، وہ سب کے سب اس کو حلال رزق پہونچانے مین کوتاہی نہیں کرتے اور یہ شخص بغیر حساب کے اپنی روزی کو پورا کرلیتا ہے) پر مہر تصدیق ثبت کر لیتے، صرف یہی نہیں بلکہ والد مرحوم کی پوری زندگی آپکے ساتھ گزری ہندوستان سے آ کر اس چھوٹی سی بستی میں دارالعلوم حقانیہ کی داغ بیل ڈالی۔ مال و دولت اور نہ وسائل و ذرائع۔ اللہ پر کامل توکل اور اعتماد کے اس مقام پر فائز تھے کہ اس ادارہ کے لئے خود کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ فرمایا، بلکہ دارالعلوم کے ارکان اور اپنے ساتھیوں کو بھی اپنے پاس آئے ہوئے مالدار مہمان کو اشارۃً و کنایۃً دارالعلوم کی مالی امداد کی طرف راغب کرنے سے منع فرماتے، اسی توکل اور اللہ پر بھروسہ اور استغناء کا نتیجہ آج آپ کے سامنے ہے کہ دین کی خدمت کے لئے بنائے ہوئے اس چھوٹے سے ادارہ کو اللہ نے چار دانگ عالم میں وہ شہرت بخشی

کہ جو لوگ اس چھوٹے گاؤں سے تعلق سکونت رکھتے ہیں پاکستان سے باہر جاکر وہاں لوگ ایسے شخص کو بھی اسی نسبت سے عقیدت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

جب انسان دنیا کے پیچھے لگ جائے:

اب ذرا اس شخص کی حالت جس کا مقصد صرف اور صرف دنیا حاصل کرنا ہو دیکھئے جس کے بارے میں حضرت ابوذرؓ آقائے نامدار ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص دنیا کے پیچھے لگ جائے اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی واسطہ نہیں اور جس کو مسلمانوں کی خیر خواہی اور بھلائی کا فکر وخیال نہ ہو' اس کو مسلمانوں سے کوئی واسطہ نہیں اور جو دنیوی مقاصد حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو رضا اور خوشی سے ذلیل کرے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔''

بات لمبی ہوگئی خلاصہ یہ کہ دنیاوی زندگی اگر کسی کی ہزار سال بھی ہوگی تو ایک دن ختم ہونے کو ہے اس دوران بے شمار دولت جمع کرلی جائے تو ماسوائے چند گز کفن کے سب کچھ یہاں ہی چھوڑنا ہے اس کے مقابلہ میں آخرت کی زندگی کو اختتام نہیں اس نہ ختم ہونے والی زندگی کے لئے جو ذخیرہ کیا ہے' وہی ساتھ جانا ہے اور اس لامتناہی زندگی میں فوز وفلاح کا دارومدار انہی اعمال حسنہ پر ہے جو دنیا میں کرکے موت کے بعد قبر میں بھی کام آنے والے' میدان محشر کی سختی سے بچانے والے اور جنت میں داخلہ کے لئے سند اور ٹکٹ کی حیثیت رکھتے ہیں اب اسی واضح صورتحال میں آپ ہی اندازہ کرلیں کہ دانا اور عقل مند کون سا شخص ہے ایسی چیز کو اختیار کرنے والا جو ہمیشہ اس کے پاس رہے گی اور اس کا فائدہ نہ ختم ہونے والا ابدی ہو یا وہ انسان جو ایسی اشیاء کو حاصل کرنے والا ہو جو کسی طرح بھی ہمیشہ اس کے پاس نہ رہے گی اور اس کا نفع بھی وقتی' فانی' اور عارضی ہو۔ ہمارے ذہنوں پر پردہ پڑا ہوا ہے یہ دنیا جس کی مثال لمبے سفر پر جانے والے مسافر کے لئے کسی ہوٹل یا سٹاپ پر کچھ دیر کے لئے قیام کرنے کی مدت سے بھی آخرت کے مقابلے میں کم ہے کے زیب وزینت اور ٹھاٹ باٹ پر دل لگائے بیٹھے ہیں' ایسے شخص کو احمق کے علاوہ اور کس نام سے یاد کیا جائے گا۔

زرقِ حلال کے وسائل اختیار کرنا مسنون ہے:

لیکن مذمت دنیا کے اس لمبے چوڑے بیان سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ انسان اگر دین کے مطابق دنیا میں رہنا چاہے اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہونے کا خواہشمند ہو تو اس کے لئے دنیا کو بالکل ترک کرنا ہوگا جیسے کہ پہلے بھی کہہ چکا ہوں ہمارے ظرف میں اتنی وسعت ہے اور نہ توکل کے اس مقام پر ہم فائز ہیں اللہ اور اس کے محبوب رسول ﷺ بھی ہم سے یہ مطالبہ نہیں کرتے کہ انسان معذور لوگوں کی طرح ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے فاقوں پر فاقے گزار کر آسمان سے دسترخوان اترنے کا منتظر رہے بلکہ قرآن اور حضور ﷺ کی اپنی تعلیمات میں بے شمار مقامات پر روزی کمانے اور مال حاصل کرنے کی ترغیبات موجود ہیں' جائز طریقوں سے رزق پیدا کرنا اور اس کے لئے حلال وسائل اختیار کرنا فرض ہے انبیاء

اور نیک لوگوں، بزرگوں کے حالات وواقعات سے آپ آگاہ ہیں سب نے حلال وسائل اختیار کر کے اپنے اور اہل وعیال کیلئے رزق کمایا، اپنے اپنے دور کے بڑے بڑے فقہاء، مجتہدین، محدثین اور علماء سب کے سب رزق حلال حاصل کرنے کے کسی نہ کسی شعبہ سے منسلک رہے ان کو معلوم تھا کہ احکام الٰہی ادا کرنے کے بعد حلال کمائی کی طلب بھی بہت ضروری ہے کیونکہ تمام عبادات کا دارومدار اسی پر ہے۔ عیسائیت اور بعض دیگر مذاہب میں انسان اس وقت تک اللہ کا حقیقی بندہ نہیں بن سکتا جب تک گھر و جائیداد، بیوی و بچے، اور تمام کاروبار دنیا ترک نہ کردے اسلام نے اس عقیدہ اور رہبانیت کی لارھبانیۃ فی الاسلام کہہ کر تردید کردی کہ اسلام میں اس تصور کی قطعاً گنجائش نہیں بلکہ اس عقیدہ کے برعکس قرآن وحدیث میں کئی مواقع پر حلال مال کمانے کی ترغیب دی گئی۔ اور حلال کمائی کے لئے محنت اور کوشش کرنے والوں کا ذکر تعریف وتحسین کے ساتھ کیا گیا۔

ارشاد ربانی ہے:

وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ

''اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں اور اللہ کے فضل یعنی رزق کو ڈھونڈتے ہیں۔''

دوسری جگہ جمعہ کی اہم عبادت سے فراغت کے فوراً بعد اور کاموں میں مشغول ہونے کی بجائے اللہ کے فضل یعنی رزق حلال کے لئے زمین میں پھیل جانے کا ارشاد ہے۔

فاذاقضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ (الایۃ)

پھر جب نماز سے فارغ ہو چکے تو زمین میں پھیل کر خدا کا فضل (رزق حلال) تلاش کرو۔

حضورؐ کا ارشاد ہے:

ما اکل احدطعاما قط من ان یاکل من عمل یدیہ وان نبی اللہ داوٗد کان یاکل من عمل یدیہ (بخاری)

انسان جو کھانا کھاتا ہے اس میں سب سے بہتر وہ کھانا ہے جو اپنے ہاتھ سے کمائے۔ اللہ کے پیغمبر حضرت داوٗدؑ اپنے ہاتھوں سے کما کر کھایا کرتے تھے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

قیل یارسول اللہ ای الکسب اطیب قال عمل الرجل بیدہ وکل بیع مبرور۔

پوچھا گیا حضورؐ سے یارسول اللہؐ کون سی کمائی حلال وپاکیزہ ہے آپؐ نے فرمایا آدمی کی اپنے ہاتھ سے حاصل کی ہوئی کمائی اور ہر وہ تجارت جس میں دھوکہ اور خیانت نہ ہو۔

کسب حلال کی ترغیب اور نمونہ عمل:

یہ ترغیب و تلقین صرف قول کی حد تک نہ تھی بلکہ آپ نے بچپن میں بکریاں چرائیں، حافظ ابن کثیر کے مطابق آپ نے نبوت ملنے سے پہلے پورے بارہ سال تک تجارت کی آپ کی تجارت میں اتنی برکت رہی کہ جو شریک ہوتا وہ بھی کافی نفع حاصل کر لیتا آپ کا مالِ تجارت شام، بحرین وغیرہ کے بازاروں میں بکنے کے لئے بھیجا جاتا تھا کئی دفعہ خود تجارت کی غرض سے دور دراز ملکوں کا سفر کیا گویا عملی حیثیت سے بھی آپ نے حلال رزق کمانے کو اہمیت دے کر امت کے لئے بہترین مثال قائم کر دی۔

خلاصہ یہ کہ اسلام اور شارعؑ نے روزی کمانے کی ترغیب و تحسین بیان کر کے کبھی بھی دوسرے کے سہارے زکوٰۃ و صدقات پر گزارہ کرنے والے شخص کی حوصلہ افزائی نہیں فرمائی اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کر دوں کہ قرآن و حدیث کی کئی آیات و حضورؐ کے ارشادات اس بات پر بھی زور دے رہے ہیں کہ جو مال بھی حلال وسائل سے تمہاری ملکیت میں آ جائے اس کو ذاتی ملکیت سمجھ کر اپنے اور اپنی اولاد کے لئے مختص کرنے کی بجائے اس میں اس مال کے حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق تصرف کرنا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ:

مال تو اللہ کی امانت ہے جس میں اس کی ہدایات کے برعکس اپنی پسند و ناپسند کا عمل دخل خیانت ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مال کا انفاق یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر بڑی شد و مد سے زور دیتے ہوئے اس کے کئی مصارف بھی متعین فرما دیئے تاکہ مسلمان کی نظر دوسروں سے لینے کے بجائے جو کچھ بھی اپنی استطاعت کے مطابق ہو سکے دینا اور اللہ کی راہ میں تقسیم کرنے پر رہنی چاہیے۔ ایک طرف اگر حلال کمائی کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے تو اس کے ساتھ ساتھ غریب و نادار بے بس اور ناتواں لوگوں کی دادرسی پر اس سے بڑھ کر زور دیا جا رہا ہے حضرت ابوہریرہؓ کے سوال کے جواب میں کہ سب سے بہتر صدقہ کون سا ہے، حضورؐ نے فرمایا، کہ وہ غریب جو اپنی محنت مزدوری سے کچھ کما کر دوسرے محتاج کو دے دے وہ افضل و بہترین صدقہ ہے اور جو دولت مند کمائی ہوئی دولت پر سانپ کی طرح بیٹھ کر صدقہ و خیرات کے ذریعے اپنی آخرت کو سنوارنے سے غافل رہیں ان کے بارے میں حضور سرور کونین ﷺ نے بار بار سخت الفاظ میں مذمت فرماتے ہوئے اپنے آقا کی مرضی کے مطابق انفاق کی تلقین کی کیونکہ صدقہ و خیرات کرنے والا شخص قیامت کے دن اپنے اس اللہ کی راہ میں خرچ کر دینے والے صدقہ اور خیرات کے سایہ ہی میں رحمت خداوندی سے لطف اندوز ہوگا اور یہ بھی یاد رکھیں کہ جو فرد اپنے مال و دولت کو اپنے اور اپنے اہل و عیال کے کھانا پینے کی مَد میں خرچ کرے وہ بیت الخلاء میں جمع ہونا ہے البتہ جو کچھ یہی شخص مساکین و فقراء اور محتاجوں پر بطور صدقہ خرچ کرے گا اس کو اپنے لئے آخرت کے اکاؤنٹ میں جمع کر کے وہاں اللہ کے اجر و انعام کا مستحق قرار پائے گا۔

حضورؐ کا فرمان ہے

عن انس عن النبی ﷺ قال یجاء بابن آدم یوم القیامۃ کانہ بذج فیوقف بین یدی اللہ فیقول لہ ' اعطیتک وخولتک وانعمت علیک فما صنعت فیقول رب جمعتہ ' وثمرتہ و ترکتہ ' اکثر ما کان فارجعنی اتک بہ کلہ فیقول لہ ' ارنی ما قدمت فیقول رب جمعتہ و ثمرتہ و ترکتہ اکثر ما کان فارجعنی اتک بہ کلہ فاذا عبدلم یقدم خیراً فیمضی بہ الی النار ۔ (ترمذی)

حضرت انسؓ حضورﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ابن آدم کو اس حقارت اور ذلت سے پیش کیا جائے گا جیسے کہ وہ بکری کا بچہ ہو اسے اللہ کے سامنے کھڑا کر کے اس سے فرشتوں کے ذریعہ یا اللہ خود براہ راست پوچھے گا کہ میں نے تمہیں زندگی' صحت' عافیت مال و دولت' عزت و مرتبہ الغرض ان گنت نعمتیں عطا کیں پس ان بے شمار انعامات کے بدلے کیا کیا' ان انعامات و کرامات کو اللہ کی مرضی اور بتائے ہوئے اصولوں اور احکامات کی روشنی میں بروئے کار لایا' یا ان کو صرف اپنی خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل کے لئے زینہ بنایا۔

جواب میں کہے گا پروردگار میں نے تو آپ کے دیئے ہوئے دولت کو مال بڑھانے کے شعبوں میں مثلاً تجارت و کاروبار وغیرہ میں لگا کر کئی گنا زیادہ اور جمع کرنے کے بعد دنیا میں چھوڑ کر یہاں آیا' اب آپ مجھے دنیا میں واپس جانے کی اجازت دے دیں تاکہ وہ سب کچھ آپ کی راہ میں خرچ کر کے اس کا اجر و ثواب لینے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں' باری تعالیٰ فرمائے گا دنیا میں دوبارہ بھیجنا تو ممکن نہیں البتہ یہ بتاؤ کہ تم نے اس مال کا کوئی حصہ میری راہ میں خرچ کر کے اپنے لئے ذخیرہ آخرت اور ثواب کمانے کا ذریعہ بنا کر یہاں کے لئے بھی کچھ اپنے آگے بھیجا ہے یا نہیں' روز آخرت کے کاموں میں چونکہ اس نے مال کا کوئی حصہ خرچ کیا ہی نہ ہوگا اس لئے بار بار وہی ایک بات دہراتا رہے گا کہ یا اللہ میں نے اس مال کو خوب بڑھایا' جمع کرتا رہا' اپنے پیچھے چھوڑ دیا ہے دوبارہ دنیا میں بھیج دے تاکہ تیری مرضیات پر چل کر خرچ کر کے آخرت میں نجات یافتہ بندوں میں شامل ہو جاؤں۔ عذرِ معقول پیش نہ کرنے کی وجہ سے اس کو دوزخ بھیجنے کا حکم جاری کر دیا جائے گا۔

ایک دوسرے موقع پر آنحضرتؐ نے تین باتوں کے سچے اور یقینی ہونے پر قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا کہ ان تینوں میں سے ایک یہ کہ مسلمان کا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے کم نہیں ہوتا اگرچہ ظاہری طور پر صدقہ و خیرات سے کمی مال کی محسوس ہوتی ہے مگر درحقیقت اس میں کوئی نقصان اور کمی نہیں آتی دنیاوی اعتبار سے بھی اللہ اپنی رضا کے لئے خرچ کئے گئے مال کا کئی گنا زیادہ بدلہ دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا بدلہ اجر و ثواب کی صورت میں ملنا بھی (انفاق لوجہ اللہ

ہرتو) یقینی ہے۔

مال واولاد کی محبت:

اس دنیامین انسان کی سب سے بڑی کمزوری اس کا مال واولاد ہے' زیادہ تر گناہوں کے ارتکاب میں ان دو امور کا عمل دخل ہوتا ہے۔ مال کے حاصل کرنے کے لئے حرام ذرائع وراستے اختیار کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ اسی کی خاطر حیات دائمی سے غافل اور حیات فانی میں منہمک رہ کر ادنی مقصد کے لئے اعلیٰ مقصد چھوڑ دیتا ہے اور پھر یہ سلسلہ انسان کی اپنی زندگی تک محدود نہیں رہتا بلکہ یہ تصور لاحق ہو جاتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ حاصل کر کے اولاد کے لئے بھی مال و دولت کا انبار چھوڑا جائے۔

اسی مال واولاد کے غم اور فکر میں انسان اللہ کی یاد اور ذکر وعبادت سے غافل ہو جاتا ہے' خطبہ کی ابتداء میں تلاوت کی گئی آیات کی پہلی آیت میں ہمارے لئے یہ درس ہے کہ مال واولاد کی محبت میں میانہ روی کو چھوڑ کر اس مقام تک نہ جائیں کہ یہ دونوں اشیاء اللہ کی یاد سے مدہوش ہونے کا ذریعہ بن جائے۔ ایک خاص حد تک تو دنیا کے اسباب معیشت سے استفادہ کرنا اور اس سے ربط وتعلق قائم رکھنے کی اجازت ہے مگر ان کی محبت میں گرفتار ہو کر اوامر ونواہی میں کوتاہی کرنا' حرام وحلال کا فرق ختم کر دینا بہت بڑے زیان اور اخروی تباہی ہے۔

مال واولاد کی محبت میں شرعی حدود وقیود کو کراس کرنے کے علاج اور خواب غفلت سے بیداری کے لئے دوسری آیت میں مالک حقیقی علاج تجویز فرمارہے ہیں کہ ہم نے جو مال ومتاع تم کو بطور امانت دیا ہے اس میں جو حقوق اللہ کی طرف سے لازم کئے گئے خواہ زکوٰۃ کی شکل میں ہو۔

حسنات میں تعجیل محمود ہے:

خیرات یا حج ہو' فقراء ومساکین پر خرچ کرنا ہو موت سے پہلے ہی تمام حقوق ادا کر دو کیونکہ جب موت کے اثرات نمایاں ہو جائیں اس وقت انفاق فی سبیل اللہ پر وہ ثمرات مرتب نہیں ہوتے جو حالت صحت وعافیت میں ملتے ہیں' جوانی اور صحت میں خرچ کرتے وقت غیر شعوری وغیر ارادی طور پر یہ خدشات رہتے ہیں کہ اگر اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کیا جاوے تو مال میں ظاہری طور پر کمی آجائے گی' اسی خدشہ اور وہم کو رد کر کے خرچ کرنے پر زور دیا جارہا ہے کہ اللہ کی خوشنودی کے لئے جانی ومالی جو عبادت کرنی ہے' وہ صحت وقوت کی حالت میں کی جائے۔

حضرت ابوہریرہؓ حضورؐ سے نقل فرمارہے ہیں کہ آپؐ سے پوچھا گیا کہ کون سا ایسا صدقہ ہے جو زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں ایسی حالت میں خرچ کرنا جب کہ خرچ کرنے والا انسان اپنے ہوش وحواس قائم رکھے ہوئے تندرست وتوانا ہو' نیز یہ خوف بھی ہو کہ اگر اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالا تو محتاج نہ ہو جاؤں' ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا' صدقات اور خیرات کو اس وقت تک موخر نہ کرو کہ روح نکلنے کا وقت آجائے پھر نفقات اور صدقات کی

وصیت کرنے لگ جاؤ۔

اسی طرح ابوداؤد کی روایت میں سید الرسل کا ارشاد ہے

لان یتصدق المرء فی حیاته خیر له من ان یتصدق بمأة عند موته

''انسان کا اپنی زندگی میں ایک درہم خرچ کرنا موت کے وقت سو درہم خرچ کرنے سے بہتر ہے۔''

یہی صورتحال صرف صدقات کی نہیں بلکہ تمام اعمال صالح کے کرنے کا وقت مرگ سے پہلے کا زمانہ ہے ورنہ جیسا کہ اس آیت کے آخری حصہ میں ذکر ہے کہ نزع کی سخت حالت دیکھ کر ہر وہ شخص جس نے صحت کے دور میں دنیا کی محبت میں گرفتار ہو کر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ و خیرات وغیرہ عبادات کی طرف توجہ ہی نہ دی اس خواہش کا اظہار کرے گا کہ کاش اگر مجھے دنیا میں کچھ عرصہ مزید چھوڑ کر مہلت دی جائے تو میں بھی صدقات و عبادات کر کے نیکوکار لوگوں کے زمرہ میں شامل ہو جاؤں گا۔ اللہ مالک الملک ہے ہر چیز اور کام کرنے پر قادر ہے مزید مہلت اور عمر بھی دے سکتا ہے مگر عمر کے ایک طویل سلسلے کا مقصد ہی اللہ کی عبادت اور نفس و شہوات کا رخ اللہ کی طرف موڑنا تھا جو اب تک اس مقصد حیات سے لاپرواہی برتتا رہا اس لئے اللہ تعالیٰ بھی اپنی عادت کے بموجب اس کی اس خواہش کو مسترد کر دے گا کہ اب مزید عمل کرنے کا وقت باقی نہیں رہا جو کرنے کا وقت تھا وہ مال و اولاد کے غرور میں مبتلا رہ کر ضائع کر دیا۔ ''فانی'' کے حصول کے لئے ''باقی'' سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ انجام یہ ہوا کہ ''نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم''

اپنی آخرت کو بھی کھو دیا اور دنیا میں بھی قلبی سکون حاصل نہ رہے جس شخص کی جتنی عمر تقدیر ازل میں لکھ دی گئی ہے اس کے پورا ہونے پر ایک سیکنڈ کی بھی مزید مہلت نہیں دی جا سکتی کیونکہ اللہ علیم بذات الصدور ہے اس کو ہمارے گزشتہ اور آئندہ کے تمام اعمال و ارادوں کا علم ہے اسے معلوم ہے کہ اگر اس کنجوس کو مزید عمر و مہلت دی گئی تو یہ اپنے نفس امارہ بالسوء کی خواہشات کی تکمیل میں وہی کچھ کرے گا جو پہلے کر چکا ہے۔ اللهم وفقنا لما تحب وترضى

اللہ مجھے اور آپ سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق دے کر تمام عادات و اخلاق رذیلہ سے محفوظ فرمائے۔

موتمر المصنفین کی نئی پیشکش

خطبات حق

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

اصلاحی، علمی و دعوتی اور تعلیمی خطبات و تقاریر کے نہایت عالمانہ مجموعہ علم و عمل، عروج زوال دین اور شریعت کے ہر پہلو پر حاوی ارشادات

مرتبہ: مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

صفحات: [illegible] قیمت: ۱۵۰/-

محمد الیاس ندوی بھٹکلی

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفان مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

۱۱ ستمبر کے واقعہ کے بعد پوری دنیا بالخصوص امریکہ میں پیدا دعوتی مواقع

ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ کے بعد عالم اسلام کو مجموعی طور پر جن مسائل و مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں مسلمانان عالم میں جو مایوسی و افسردگی کی کیفیت پیدا ہوئی ہے اس تناظر میں دعوتی اعتبار سے حوصلہ افزاء و ہمت بڑھانے والے اس مضمون کا مطالعہ کیا جانا چاہیے۔

اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کی طرف سے بالعموم یہ کہا جا رہا ہے کہ آج کل وہ عالمی سطح پر جن آزمائشوں سے گزر رہے ہیں اس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی لیکن ان کا یہ خیال حقیقت پر مبنی نہیں ہے اس لئے کہ ایک سچا مومن و مسلم آنے والے مسائل و مصائب کو ہمیشہ دینی و اسلامی نقطہ نظر سے دیکھتا ہے دعوتی نظر سے دیکھا جائے تو ان حالات نے ان میں پہلے سے زیادہ خود اعتمادی اور دینی جوش و ولولہ پیدا کر دیا ہے مسلمانوں کے لئے معاشی و سیاسی نقصان کوئی حیثیت نہیں رکھتا' دین کے لئے مالی قربانی پر ان کے لئے آخرت میں اس سے دو گنے اور بہتر کا وعدہ ہے' اسی طرح عددی اعتبار سے مسلمانوں کا جانی نقصان ان کو شہادت کے درجہ پر فائز کر دیتا ہے جس سے زیادہ قابل رشک موت کا اس دنیا میں تصور نہیں کیا جا سکتا البتہ ان کا دینی و دعوتی نقصان و خسارہ ان کے لئے ہمیشہ لمحہ فکریہ بنا رہا ہے۔

اگر کوئی سیاسی و معاشی اعتبار سے اس وقت مسلمانوں کو ان کی تاریخ کے بدترین مسائل سے دوچار کہتا ہے تو یہ بات ماضی کی روشنی میں غلط ہے اسلئے کہ اس سے زیادہ دس گناہ مسائل کا ان کو اس سے پہلے سابقہ پڑ چکا ہے مثلاً ۱۸۵۷ء سے پہلے مسلمان پوری دنیا کے ایک کروڑ ۶۵ لاکھ مربع میل رقبہ پر حکومت کر رہے تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے بیسویں صدی کے اوائل تک یہ رقبہ صرف ۴۵ لاکھ مربع میل ہو گیا' یعنی ایک تہائی سے بھی کم' ایشیاء اور افریقہ کے اکثر ممالک مسلمانوں کے ہاتھوں سے چلے گئے برطانیہ نے سترہ' فرانس نے سولہ اسلامی ممالک پر قبضہ کر لیا' وسط ایشیاء کی ۲۰ مسلم ریاستیں روس کے قبضہ میں چلی گئیں' چین میں چھ مسلم ریاستوں پر کمیونسٹوں کا قبضہ ہو گیا' کیا اسطرح کے سیاسی زوال کا مسلمانوں کو اب

تک کبھی سامنا کرنا پڑا ہے جواب نفی میں ہے' یہ الگ بات ہے کہ جنگ عظیم دوم کے بعد اس میں سے اکثر ریاستیں مسلمانوں کو واپس مل گئیں سوائے چین کی چھ ریاستوں کے جہاں اس وقت بھی ۹ کروڑ مسلمان ہیں اور روس کے زیر قبضہ تیرہ ریاستوں کے جہاں کی مسلم آبادی تین کروڑ سے بھی زائد ہے' اسی طرح عددی اعتبار سے مسلمانوں کا بدترین نقصان ۶۵۶ھ میں ہوا جب پوری دنیا کے سب سے پررونق و حسین شہر عالم اسلام کے دارالخلافہ بغداد پر تاتاریوں نے حملہ کیا اور چالیس دن تک ایسی تباہی مچائی کہ صرف بغداد میں ۱۸ لاکھ مسلمان مارے گئے اور ان کی لاشوں کے ڈھیر کی بدبو بغداد سے دمشق تک پھیل گئی (یہ قافلہ اندازاً بمبئی سے کراچی تک کے برابر ہے) کیا اس صدی کے کسی بھی عشرہ میں شہید ہونے والے دس بیس ہزار مسلمانوں کا اس سے موازنہ کیا جاسکتا ہے' ظاہری و مادی اعتبار سے مسلمان اس وقت ترقی کی جس منزل پر ہیں اسکی مثال ماضی کی تاریخ میں نہیں ملتی' اقوام متحدہ میں شعبہ آبادیات کی رپورٹ کیمطابق اسوقت پوری دنیا میں مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ بڑھ رہی ہے' اور وہ بھی بڑی تیزی سے اسلام قبول کرنے والے لوگوں کی وجہ سے نہ کہ تعدد ازدواج اور افزائش نسل سے جس کا پروپیگنڈا ہمارے ملک کی فرقہ پرست تنظیمیں بڑے زور شور سے کررہی ہیں' عالمی ماہرین آبادیات کے مطابق ہر چھ سال میں عالمی آبادی میں مسلم آبادی ایک فیصد بڑھ رہی ہے' گزشتہ اٹھارہ سال میں دنیا کی مسلم آبادی میں ۳۵ کروڑ کا اضافہ ہوچکا ہے' آبادی میں انکے اضافہ کی یہی رفتار رہی تو ۲۰۲۵ء تک مسلمانوں کا تناسب ۲۵٪ سے بڑھ کر ۳۰٪ ہوجائے گا اور وہ دنیا کی عیسائیت کے بجائے سب سے بڑی اکثریت ہوں گے۔

مسلمان اس وقت الحمدللہ سیاسی اور معاشی اعتبار سے بھی سب سے آگے ہیں ۲۲۴ ممالک ان کے قبضہ میں ہیں ۳ کروڑ عالمی افواج میں ۸۵ لاکھ سے زائد افواج ان کے پاس ہیں' چھ ارب کی عالمی آبادی میں وہ ڈیڑھ ارب سے زیادہ ہیں' اسی طرح روئے زمین کے دو کروڑ مربع میل پر ان کی حکمرانی ہے' اقتصادی میدان میں اس وقت ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھنے والے ۸۴ فیصد پیٹرول پر مسلمانوں کا قبضہ ہے' یہ الگ بات ہے کہ خود ہمارے مسلم حکمرانوں کو اس وقت اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہے بلکہ ہمارے دشمنوں کو ہماری اس طاقت کا ہم سے زیادہ احساس ہے چنانچہ عالم اسلام کے ایک صاحب بصیرت قائد والئی حجاز شاہ فیصل مرحوم نے اسرائیل کی مدد کرنے پر مغرب کے خلاف پیٹرول کی سپلائی صرف بند کرنے کی جب دھمکی دی تو ان کو خود ان کے بھتیجے کے ذریعے شہید کرایا گیا اگر عالمی مارکیٹ میں مسلم ممالک کی طرف سے روزانہ سپلائی کئے جانے والے تیل میں ۲۵ فیصد بھی کمی کردی جائے تو دنیا کا یہ صنعتی نظام درہم برہم ہوسکتا ہے اور امریکہ اور اسرائیل ہی میں نہیں بلکہ پورے مغرب میں ایک اقتصادی زلزلہ آسکتا ہے' اور پوری فوجی و صنعتی ٹیکنالوجی دھری کی دھری رہ سکتی ہے' خود یوروپی ماہرین کا کہنا ہے کہ عالم عرب کے پاس اس وقت جو پیٹرول کے ذخائر ہیں وہ اگلے سو سال کے لئے کافی ہیں اور غیر اسلامی ممالک کے پاس جو ۱۶ فیصد ذخیرہ ہے وہ اگلے پچیس سال تک بھی بمشکل نکل سکتا ہے۔

اب سوال بنیادی طور پر عالمی سطح پر مسلمانوں کی اس وقت دینی و دعوتی حیثیت کا ہے آیا ان ناگفتہ بہ حالات

نے ان کو ملی و دینی اعتبار سے کوئی نقصان پہونچایا ہے۔ اس وقت عالم اسلام کے حالات کے تجزیہ کے نتیجہ میں جو بات سامنے آتی ہے وہ بڑی خوش کن اور ہمت افزاء ہے بین الاقوامی سطح پر سیاسی اعتبار سے ہمت شکن حالات وواقعات نے ان میں نہ صرف سیاسی سوجھ بوجھ پیدا کر دی ہے بلکہ ان کو ان کے دین سے بھی قریب کر دیا ہے اور اس نے ان کیلئے غیر شعوری طور پر دعوتی مواقع فراہم کر دیئے ہیں، برسوں کی محنت اور کوششوں سے بھی ان میں موجود دینی واخلاقی اعتبار سے جو جمود ختم نہیں ہو رہا تھا اس کو عالمی سطح پر ان کے خلاف ہونے والے ان سیاسی وفوجی واقعات نے توڑ دیا ہے، عالم اسلام بالعموم عالم عرب کے نوجوانوں میں انکے حکمرانوں کی طرف سے ان کی زبان بندی اور اظہار رائے پر لگی روک ایک بڑے آنے والے دینی انقلاب کا پتہ دے رہی ہے، امریکہ کی اسرائیل نوازی پر ان کے حکمرانوں کی خاموشی نے ان کو بے چین کر دیا ہے اور اس کو خود عرب قائدین اب محسوس کرنے لگے ہیں، اور دبے الفاظ میں ہی سہی ان کی طرف سے احتجاج شروع ہو چکا ہے، مجموعی طور سے یہ سب حالات مغرب کے خلاف آنے والے ایک سیاسی طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

مذکورہ بالا باتوں کی روشنی میں آپ صرف ہمارے ملک کے حالات کا تجزیہ کیجئے، ہندوستانی تاریخ میں سب سے تباہ کن فسادات ملکی سطح پر بابری مسجد کی شہادت کے بعد ۱۹۹۲ء میں رونما ہوئے جس میں ہزاروں مسلمانوں کو جانی اور اربوں کا مالی نقصان ہوا لیکن حکومت کی خفیہ ایجنسیوں کی رپورٹ بتاتی ہے، کہ مسلمانوں میں مجموعی طور پر اس کے بعد دینی، تعلیمی اور تنظیمی طور پر جو ترقی دیکھنے میں آئی ہے وہ پچھلے پچاس سال میں نہیں آئی ہے، صرف پچھلے دس سال میں مسلمانوں کے تعلیمی تناسب میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ ۱۹۹۲ء میں مسلمانوں کا یہ تناسب صرف ۳۳ فیصد تھا جو اب بڑھ کر ۳۸ فیصد ہو گیا ہے، ریاستی اور مرکزی عہدوں میں مسلمانوں کا فیصد ۲ سے ۳ ہو گیا ہے، ملک گیر سطح پر مسلمانوں کی مختلف تنظیموں میں اپنے مسلکی اختلافات کے باوجود ملت کے مشترکہ مسائل کو لے کر غیر معمولی اتحاد دیکھنے میں آ رہا ہے، مسلمانوں میں تعلیمی واقتصادی منصوبہ بندی پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی ہے، دینی مدارس کے قدیم نصاب ونظام میں زمانہ کے تقاضوں کے تحت بڑی تبدیلی آئی ہے، ان کے درجنوں انجینئرنگ اور ٹیکنیکل کالجز صرف دس سال کے عرصہ میں قائم ہو گئے ہیں، عراق کویت جنگ کے بعد مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے خود ملک میں سرمایہ کاری اور اپنے معاشی استحکام پر توجہ دینی شروع کر دی ہے، یہ تو اپنے ملک کا حال ہے، اگر عالمی سطح پر جائزہ لیا جائے تو حالات وواقعات اس سے زیادہ ہمت افزاء ہیں۔ ۱۱ ستمبر کے واقعہ نے عالمی سطح پر مسلمانوں کے لئے پوری دنیا میں حیرت انگیز اور غیر معمولی دعوتی میدان فراہم کر دیا ہے، کل آبادی میں ان کے چار فیصد تناسب اور پچاسی لاکھ کی مسلم آبادی میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ کے بعد صرف ایک امریکی شہر (اوکلاہاما) میں چار سو پچاس لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے، ایک اور امریکی ملک سوری نام میں پہلے سے موجود ۲۵ فیصد مسلمان بڑی خاموشی سے دعوت کا کام کر رہے ہیں جس سے ان کے تناسب میں برابر اضافہ ہو رہا ہے گیانا کے ۱۲ فیصد اور ٹرینی ڈاڈ ٹوباگو کے ۱۱ فیصد امریکی مسلمانوں کا بھی کچھ یہی حال ہے، امریکہ

میں مسلم تنظیمیں جن کی منصوبہ بند کوششوں سے ۱۹۹۰ء تک ملک کی مختلف جیلوں میں قید پچاس ہزار سے زائد لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں حکومت کی طرف سے گزشتہ ایک سال سے مسلسل ہراسانی کے باوجود اپنے دعوتی مشن میں پہلے سے زیادہ سرگرم عمل نظر آتی ہیں، امریکی خفیہ ایجنسی ایف بی آئی کے ایک جائزہ کے مطابق جو مسلمان ۱۱ ستمبر کے واقعہ سے پہلے آوارگی اور تعیش کی زندگی گزار رہے تھے ان میں غیر معمولی تبدیلی دیکھنے میں آرہی ہے، دین سے ان کی وابستگی اور رغبت میں ناقابل یقین حد تک اضافہ ہو گیا ہے، ایک ہزار سے زائد امریکی مسجدیں پنج وقتہ نمازوں میں پہلے سے زیادہ بھری رہتی ہیں، ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء سے ۱۲ ستمبر ۲۰۰۲ء تک ایک سال کے دوران جتنی اسلامی کتابیں بالخصوص قرآن مجید کے تراجم فروخت ہوئے ہیں اتنے پچھلے ۶، ۷ سال کے دوران نہیں ہوئے ہیں، امریکی عوام میں اسلام کے تعلق سے صحیح معلومات حاصل کرنے کی دلچسپی پیدا ہو گئی ہے، انٹرنیٹ پر مختلف اسلامی سائٹس میں جانے والے غیر مسلموں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، اور وہ متعلقہ اداروں کو ای میل کے ذریعے اسلام کے متعلق اپنی معلومات میں اضافہ کے لئے مختلف سوالات بھیج کر جوابات طلب کر رہے ہیں، خود امریکہ کو اس بات کا احساس ہے کہ اس کے اسلام کے متعلق غلط پروپیگنڈہ سے خود اس کی معیشت پر ناقابل یقین اثر پڑ رہا ہے، چنانچہ امریکی وزارت خارجہ کا تعاون اشتراک سے کام کرنے والے شہری سفارت کاروں کے نوبل انعام یافتہ بین الاقوامی ادارہ نیشنل کونسل آف انٹرنیشنل وزیٹرس (N.C.I.V) نے گزشتہ ماہ اس بابت کا اعلان کیا ہے کہ عالمی سطح پر بالعموم اور امریکہ میں بالخصوص اسلام کے متعلق کئے جارہے غلط پروپیگنڈوں کی روک تھام کے لئے وہ اپنے ادارہ کے ۸۰ ہزار رضا کاروں کو حرکت میں لا رہے ہیں اس کے لئے انہوں نے حضور ؐ کی تعلیمات کا انسانی زندگی پر اثر دکھانے کیلئے ایک دستاویزی فلم تیار کی ہے جو ۱۸ ستمبر ۲۰۰۲ء کو پبلک براڈ کاسٹنگ سسٹم کے ذریعے دکھائی جانے والی ہے۔

یہ تو ۱۱ ستمبر کے بعد مسلمانوں کو دعوتی نقطہ نظر سے حاصل ہونے والے مواقع تھے، دوسری طرف اس واقعہ کا خود امریکہ پر جو منفی اثر پڑا ہے وہ بھی سننے سے تعلق رکھتا ہے تجارتی مرکز پر حملہ نے عالمی سطح پر سیاسی و اقتصادی میدان میں امریکہ کے زوال کی گھنٹی بجا دی ہے خود امریکہ میں اس بات کا چرچا ہے کہ ۱۱ ستمبر سے پہلے امریکہ کے زوال کے متعلق مسلمانوں میں جو خوش فہمی تھی وہ اب حقیقت میں بدلتی نظر آرہی ہے، گزشتہ صرف ایک سال میں سینکڑوں تجارتی کمپنیاں اپنے دیوالیہ ہونے کا اعلان کر چکی ہیں، متعدد امریکی فضائی کمپنیوں نے اپنے ملازمین میں ۲۵ فیصد سے زائد تخفیف کر دی ہے۔ انشورنس کمپنیاں اپنے خسارے سے تنگ آکر حکومت سے مدد کے لئے درخواست کر رہی ہیں، کویت پر عراق کے حملہ کے بعد امریکہ کو سعودیہ اور کویت نے جملہ ۵۶ ارب ڈالر کے اخراجات میں سے ۴۸ ارب ڈالر ادا کر دیئے تھے۔ لیکن اب عراق پر خود امریکہ کی طرف سے کئے جانے والے ممکنہ حملوں اور اس جنگ کے طول کھینچنے کی صورت میں ماہرین اقتصادیات کا اندازہ ہے کہ کم از کم ۲۰۰ ارب ڈالر یعنی تقریباً ایک سو کھرب ہندوستانی روپیوں کا بوجھ خود امریکہ کو

برداشت کرنا پڑے گا۔ اگر یہ جنگ ہوتی ہے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ اگلے سال امریکہ کا سالانہ بجٹ خسارہ کا پیش ہونے والا ہے ۱۱ ستمبر کے بعد یوں بھی امریکہ سیاحت سے ہونے والی اپنی ایک تہائی آمدنی سے محروم ہو چکا ہے اس پر اس نے مسلم ممالک سے آنے والوں کے لئے جو سخت سفری شرائط عائد کئے ہیں اس سے اس نے گویا خود اپنے پیر پر کلہاڑی مار دی ہے، امریکہ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ میں ۲۰٪ سے زائد تناسب مسلمانوں کا تھا، جس پر نہ صرف اس نے اب روک لگا دی ہے بلکہ پہلے سے موجود مصر، یمن، اردن، فلسطین، پاکستان اور سعودی کے طلبہ کی ایک بڑی تعداد کو مسلسل ہراساں کیا جانے لگا ہے جس سے انہوں نے امریکہ کو خیر باد کہنے ہی میں عافیت سمجھی ہے، اسی طرح جب القاعدہ اور طالبان سے تعلقات کے شبہ میں بعض عرب سرمایہ کاروں اور مسلم تاجروں سے پوچھ گچھ کی جانے لگی اور اس میں سے متعدد لوگوں کے سرمائے امریکی بینکوں میں منجمد کر دیئے گئے تو اس خوف سے سینکڑوں مسلم تاجروں اور عرب حکومتوں کے شاہی افراد نے امریکہ سے پیشگی اپنے سرمایہ کو منتقل کرنے ہی میں عافیت سمجھی، اس کا اثر ان کے بینکنگ نظام پر ایسا سخت پڑا ہے کہ ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی خود امریکی حکومت بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی، ہے اس کے علاوہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ کے بعد عالم اسلام میں امریکی مصنوعات کے خلاف بائیکاٹ کی جو خاموش تحریک چلی ہے اس نے بھی اپنا غیر معمولی اثر دکھایا ہے، مشروبات میں کوکا کولا جیسی عالمی امریکی کمپنیوں نے اپنے اسٹاف میں کمی کر دی ہے اور اس نے اچانک اپنے گاہکوں کے لئے مختلف انعامی اسکیموں کے اعلان کے ذریعے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ۱۱ ستمبر کے حملہ کے بعد ان کی تجارت پر بھی منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

ان سب کا مجموعی اثر امریکہ کی اقتصادی حالت پر جو پڑا ہے اس کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اقوام متحدہ کے جملہ اخراجات کا ۲۵ فیصد حصہ خود امریکہ ادا کرتا آ رہا ہے لیکن گزشتہ سال اپنے واجب اخراجات کا یہ حصہ اس نے اب تک ادا نہیں کیا ہے اور U.N.O میں اپنے مستقل نمائندوں کے ذریعے یہ آواز اٹھانی شروع کر دی ہے کہ اس کے اسٹاف میں تخفیف کی جائے دوسرے الفاظ میں آئندہ سے اس مالی بوجھ کو برداشت نہ کرنے کا اعلان کیا ہے۔

غرض یہ ہے کہ عالمی سطح پر مسلمانوں میں اسرائیل کے تئیں امریکہ کی ناز برداری کے تناظر میں اس کے خلاف عمومی رائے عامہ کو ہموار کرنے کی جو کوششیں مختلف تحریکوں اور تنظیموں کی طرف سے کی جا رہی تھیں اس نے دس سال میں وہ کام نہیں کیا اور اپنا اثر نہیں دکھایا جتنا ۱۱ ستمبر کے واقعات کے بعد مسلمانوں کے ساتھ اس کے سلوک نے کیا ہے، اس طرح دعوتی نقطہ نظر سے اس ناگہانی حادثہ نے مسلمانان عالم کو مثبت دعوتی فائدہ ہی پہونچایا ہے اب یہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ خدا کی طرف سے ان کے لئے فراہم کئے جانے والے اس دعوتی موقع سے فائدہ اٹھانے میں وہ کہاں تک کامیاب ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر احمد خان

قرآن کریم کے تراجم۔ ماضی پر نظر اور مستقبل کا لائحہ عمل

مدینہ منورہ میں سہ روزہ سیمینار کی روداد

قرآن کریم عربی مبین میں نازل ہوا، مگر غیر عرب جو عربی زبان نہیں جانتے تھے انہیں قرآن سمجھنے کے لئے اپنی زبانوں میں تراجم کا سہارا لینا پڑا۔ چنانچہ ابتدائی ہجری صدیوں ہی میں جب عالم اسلام میں پھیلاؤ کا سلسلہ شروع ہوا، تو جہاں جہاں مسلمان گئے اپنے ساتھ قرآن کریم لے گئے اور لوگوں کو ان کی زبانوں میں سمجھانے لگے یوں قرآن کریم کے دیگر زبانوں میں تراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔

ترجمہ قرآن کے سلسلے میں پندرھویں صدی ہجری کے شروع میں بہت اہم موڑ آیا ہے۔ جس میں مسلمانوں نے اس امر کی شدت سے ضرورت محسوس کی ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات عام کرنے کیلئے دنیا کی موجودہ زبانوں میں اس کا ترجمہ لابدی امر ہے۔ چنانچہ اس طرف ایک خاص دھیان دیا جارہا ہے اور اس ضمن میں کئی کانفرنسیں اور سیمینار منعقد ہو چکے ہیں۔

مسلم ممالک اس میدان میں اپنی سی کوششیں صرف کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں سعودی حکومت نے 1982ء میں ایک ادارہ قائم کر کے ابتدا کی جو 1984ء سے باقاعدہ قرآن کریم معراء اور مع تراجم ایک کثیر تعداد میں چھاپ چھاپ کر دنیا میں مسلم ممالک کے علاوہ غیر مسلم ممالک جنمیں مسلمان بستے ہیں، تقسیم کر رہا ہے۔ یہ ادارہ "مجمع الملک فہد مطباعۃ المصحف الشریف" کے نام سے مدینہ منورہ میں اب تک معراء قرآن کے علاوہ کوئی چالیس زبانوں میں پچپن تراجم شائع کر چکا ہے جو ہر سال تقریباً دس ملین نسخے تیار کرتا ہے، جن میں کئی ترجموں کی طباعت ۹۰ سے زیادہ مرتبہ ہو چکی ہے۔ یوں اب تک 180 ملین نسخے تیار ہو کر ان میں سے 142 ملین نسخے تقسیم ہو چکے ہیں۔ یہ مجمع خدمتِ قرآن کے ضمن میں اب تک دو سیمینار منعقد کرا چکا ہے۔ ذیل میں اسکے دوسرے سیمینار کی روداد پیش خدمت ہے:

مگر اس سے قبل ترجمۂ قرآن کے سلسلے میں دیگر چند ممالک کی خدمات کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۹۹۴ء میں اسلامی جمہوریہ ایران نے اپنے علمی شہر قُم میں ایک ادارہ "مرکز ترجمہ قرآن مجید بہ زبانہائے خارجی" قائم کیا جس کا مقصد قرآن کریم کے تراجم سے متعلق معلومات بہم پہنچانے کے علاوہ مستند تراجم کی اشاعت بھی ہے۔ اس

مرکز نے اس ضمن میں بڑا کام کیا ہے اور کر رہا ہے' جو اپنا تعارف الگ چاہتا ہے' اردن کے پایہ تخت عمان میں جامعہ آل البیت نے 1998ء میں ایک سیمینار منعقد کیا' جس میں تیس مقالات پیش ہوئے' جو سب کے سب قرآن کریم کے تراجم اور ان سے متعلق نکات پر مشتمل تھے' ان کے علاوہ اور بھی کئی ممالک تراجم قرآن' قرآن کریم کے خطی نسخوں' اس سے مسلمانوں کی محبت وعشق کے مظاہر سے متعلق امور پر سیمینار' لیکچر اور نمائشیں منعقد کرتے رہتے ہیں اور کر رہے ہیں۔

2000ء میں سعودی عرب کے مذکورہ بالا مجمع نے ترجمہ قرآں کے ضمن میں پہلا سیمیار منعقد کیا' جس میں سعودی حکومت کی ان خدمات کا ذکر کیا گیا' جو قرآن کریم سے متعلق اب تک وہ سرانجام دے چکی ہے۔ اسی ادارے نے 2002ء کے اپریل میں قرآن کریم کے دنیا کی بیشتر زبانوں میں تراجم پر سیر حاصل بحث وتمحیص کی خاطر ''ترجمہ معانی القرآن الکریم تقویم للماضی وتخطیط للمستقبل'' (قرآن کریم کے تراجم: ماضی پر نظر اور مستقبل کا لائحہ عمل) کے عنوان سے سیمنار منعقد کیا' جس کے درج ذیل مقاصد تھے:

۱۔ دنیا بھر میں ترجمہ' قرآن کے ضمن میں جو کوششیں ہوئی ہیں یا ہو رہی ہیں ان کے بارے میں اطلاع پانا۔

۲۔ ان وسائل کے بارے میں ٹوہ لگانا جو ترجمہ قرآن کریم کو مزید بہتر بنانے اور انہیں ترقی دینے میں مدد ہوں۔

۳۔ قرآن کریم کے تراجم کرنے والے حضرات کے مابین تعارف اور اس ضمن میں معلومات کا آپس میں تبادلہ کا موقعہ فراہم کرنا۔

۴۔ مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشريف کا ان ھیئات' شخصیات' مراکز اور اداروں سے واقفیت پیدا کرنا جو قرآن کریم کے تراجم اور دیگر خدمات میں مصروف ہیں۔

ان مقاصد کے حصول کے لئے پانچ محور مقرر کئے گئے:

☆ المحور العامی' یعنی قرآن کریم پر ایک عمومی نظر۔

☆ المحور العقدی والشرعی' یعنی قرآن کریم کے تراجم پر نظر عقیدہ اور مذہب کے نقطہ نظر سے۔

☆ المحور اللغوی' یعنی تراجم قرآن پر نظر بحیثیت لغت اور زبان کی باریکیوں کے۔

☆ المحور التاریخی' یعنی تراجم قرآن پر تاریخی نظر

☆ المحور الدعوی' قرآن مجید کے تراجم' دعوت دین دینے کے نقطہ نظر سے۔

اس کے بعد ان محاور کے پانچ سو نو تک موضوعات بتا دیئے گئے تا کہ سکالر حضرات کو ان کے مطابق اپنے مقالات تحریر کرنے میں سہولیات رہیں۔ ان جملہ موضوعات کی روشنی میں کوئی 63 متخصصین' علماء اور قرآن کریم شناسوں یا ترجمین کے مقالات کا انتخاب ہوا۔ عربی میں لکھے گئے ان مقالات کو بہت خوبصورت انداز میں مجمع نے ایک کثیر تعداد میں چھاپا۔ یہ مقالات 16 اجلاس میں پیش کئے گئے۔ ان اجلاس کے لئے مزید 32 علمی شخصیات مقامی طور

پر صدور اور رپوتاژ کی حیثیت سے مقرر کی گئیں ۔ان جملہ اجلاس میں پیش کردہ مقالات کے عنوانات اجلاس وار درج ذیل ہیں، جن کے لئے دو ہال قائم کئے گئے تھے:

ا۔ پہلے جلسے میں پڑھے جانے والے مقالات (۲۳ اپریل، شام 4.45 تا 6.5، پہلا ہال)

''قرآن کریم کے تراجم کے ضمن میں سعودی حکومت کی خدمات'' ۔میزبان مجمع کی طرف سے یہ خدمات پوری تفصیل سے پیش کی گئیں۔

''کچھ معروف تراجم قرآن میں سورۂ فاتحہ کا ترجمہ'' از ڈاکٹر زیدان بن علی جاسم، جامعہ الملک سعود، قصیم۔

''ڈچ زبان میں ڈاکٹر فریدلیمہ ہاؤس کے ترجمہ قرآن پر ایک نظر'' از ڈاکٹر سفیان ثوری سریجا۔ ہالینڈ

''بلاشر کے فرانسیسی ترجمہء قرآن کریم پر تنقیدی نظر'' از شیخ فودی سوریبا کمارا، غینی، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، مدینہ منورہ۔

۲۔ دوسرے جلسے میں پڑھے جانے والے مقالات (۲۳ اپریل شام 4.45 تا 6.5، دوسرا ہال)

''قرآن کریم کے روسی ترجمہ پر ایک تاریخی نظر'' از ڈاکٹر عبدالرحمان بن السید عطیہ، جامعہ الملک سعود، الریاض۔

''برطانوی مستشرق آرتھر آربری کے ترجمہ قرآن پر تنقیدی نظر'' از ڈاکٹر ہیثم بن عبدالعزیز ساب، مدینہ منورہ۔

''ہسپانوی زبان میں قرآن کریم کے تین تراجم کا تقابل'' از ڈاکٹر علی بن ابراہیم منوفی، جامعہ الملک سعود۔الریاض۔

''فرانسیسی مستشرق جیک بیرک (Jaques Berque) کے ترجمہ قرآن کریم پر ایک نظر'' از ڈاکٹر حسن بن ادریس عزوزی، جامعہ القرویین، مراکش۔

۳۔ تیسرے جلسے میں پڑھے جانے والے مقالات (۲۳ اپریل، رات 8:45 تا 10:15، پہلا ہال)

''جرمن زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ۔ایک تاریخی نظر'' از ڈاکٹر مراد ولفریڈ ہوفمن، آشٹن برگ، جرمنی۔

''قرآن کریم کا ترجمہ، لسانیات اور ثقافت کے نقطہء نظر سے'' از ڈاکٹر عبدالرحمان بن عبداللہ الجمھور، الریاض

''فرانسیسی زبان میں قرآن کریم کے تین تراجم از: آندریہ شورکی، ریگیہ خوام اور جیک بیرک پر ایک نظر'' از ڈاکٹر محمد خیر بن محمود البقاعی، جامعہ الملک سعود، الریاض۔

''بلغاری زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ۔ایک رپورٹ'' از شیخ مصطفیٰ بن علیش حجی، صوفیا، بلغاریہ۔

۴۔ چوتھے جلسے میں پڑھے جانے والے مقالات (۲۳ اپریل، رات 8:45 تا 10:15، دوسرا ہال)

''قرآن کریم کے انگریزی تراجم میں ظاہری مفہوم و مطالب سے دوری، چند آیات کا تقابلی مطالعہ'' از ڈا... احمد بن عبداللہ البنیان، ریاض۔

''قرآن کریم کے سندھی تراجم۔ایک مطالعہ'' از ڈاکٹر عبدالقیوم بن عبدالغفور سندھی، پاکستانی، مقیم مکہ المکرمۃ۔

''قرآن کریم کے ہسپانوی زبان میں تراجم' ایک فکری مطالعہ'' از ڈاکٹر محمد بن عبدالقادر برادہ' مراکشی' مقیم میڈرڈ۔

''چینی زبان میں قرآن کریم کے تراجم' ایک تاریخی ارتقا'' از شیخ عبداللہ سو۔جی قاسم' چینی' مقیم الکویت۔

۵۔ پانچویں جلسے میں پڑھے جانے والے مقالات (۲۴ اپریل' صبح 9:00 تا 10:30' پہلا ہال)

''کوریائی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ۔ میرا تجربہ'' از ڈاکٹر چوئی یونگ کیل' سیول' کوریا۔

''ہنگری زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ۔ میرا تجربہ'' از ڈاکٹر احمد عبدالرحمٰن اکفات' پیلنسکی (Pilinsky) ہنگری

''قرآن کریم کے انگریزی تراجم کی اہمیت جانچنے میں میرا تجربہ'' از ڈاکٹر عادل بن محمد عطاالیاس' جدہ' سعودی عرب

۶۔ چھٹے جلسے میں پڑھے جانے والے مقالات (۲۴ اپریل' صبح 9:00 تا 10:30' دوسرا ہال)

''قرآن کریم کا ترجمہ' اس کی حقیقت اور احکام'' از ڈاکٹر علی بن سلیمان العبید' جامعۃ الامام محمد بن مسعود الاسلامیہ' الریاض۔

''قرآن کریم کا کسی زبان میں ترجمہ' ترجمہ کہلاتا ہے یا تفسیر؟'' از ڈاکٹر فہد بن عبدالرحمان الرومی' کلیۃ المعلمین' الریاض۔

مذکورہ بالا عنوان کے تحت ایک دوسرے نقطہ نظر سے مقالہ' از ڈاکٹر عزالدین بن مولود البوشیخی' مکناس' مراکش'

۷۔ ساتویں جلسہ میں پڑھے جانے والے مقالات (۲۴ اپریل' صبح 10:45 تا 12:15' پہلا ہال)

''کیا قرآن کریم کی تفسیر دوسری زبانوں میں پہلے کی جائے یا ترجمہ؟ از ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن' شائع' جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ' الریاض۔

''کیا پہلے قرآن کریم کا ترجمہ کیا جائے یا علماء کی جانب سے اس کی تفسیر کا؟'' از ڈاکٹر محمد بن صالح الفغدان' کلیۃ المعلمین' الریاض۔

''قرآن کریم کے تراجم اور عصری چیلنج'' از ڈاکٹر ندیم بن محمد عطاء اللہ الیاس' سعودی مقیم جرمنی۔

''مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشريف کا ویب سائٹ' ایک رپورٹ'' از استاذ علی بن عبداللہ البرناوی' مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشريف مدینہ منورہ۔

۸۔ آٹھویں جلسے میں پڑھے جانے والے مقالات (۲۴ اپریل' صبح 10:45 تا 12:15' دوسرا ہال)

''قرآن کریم کے کچھ انگریزی تراجم' اسلامی نقطہ نظر سے'' از ڈاکٹر وجیہ بن حمد عبدالرحمان' اردنی' مقیم جامعہ الملک عبدالعزیز' مدینہ منورہ۔

''روسی زبان میں قرآن کریم کے تراجم میں عقائد سے متعلق اغلاط' از ڈاکٹر المیر بن رفائیل کولیف' باکو' جمہوریہ آذربائیجان۔

''تھائی زبان میں قرآن کریم کے تراجم میں عقائد سے متعلق اغلاط'' از ڈاکٹر عبداللہ بن مصطفیٰ نومسوک' پٹانی' تھائی لینڈ۔

''بعض گمراہ فرقوں کی جانب سے قرآن کریم کے تراجم'' از شیخ یوسف الہندانی بن الشافعی السید احمد' مصری' مقیم مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشریف' مدینہ منورہ۔

۹۔ نویں جلسے میں پڑھے گئے مقالات (۲۴ اپریل' شام 4:45 تا 6:15' پہلا ہال)

''تراجم قرآن کریم میں اسلامی اصطلاحات کا تعین'' از پروفیسر محمود بن اسماعیل صالح' الریاض۔

''اسلامی اصطلاحات کا ترجمہ: مشکلات اور ان کا حل'' از ڈاکٹر حسن بن سعید غزالہ' شامی' مقیم جامعہ ام القریٰ' مکہ المکرمہ۔

''قرآن کریم میں وارد اسلامی اصطلاحات کے ترجمہ میں مناہج'' از ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالرحمان الخطیب لبنانی مقیم شارجہ۔ الامارات

''قرآن کریم میں وارد قدیم مذاہب کے اسماء معرفہ کے تعین میں فرانسیسی مترجمین کا طریق کار'' از ڈاکٹر محمد بن محمد اکماضان' طنجہ' مراکش

۱۰۔ دسویں جلسہ میں پڑھے گئے مقالات (۲۴ اپریل' شام 4:45 تا 6:15' دوسرا ہال)

''تراجم قرآن میں إنْ مخففہ کے ترجمہ میں بعض مترجمین کی مسامحات'' از ڈاکٹر ف عبدالرحیم' ہندوستانی' مقیم مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشریف' مدینہ منورہ

''قرآن کریم کے چند اردو تراجم مین لسانی نقطہ نظر'' از ڈیکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی' ہندوستانی' مقیم مرکز البحوث والدراسات الاسلامیہ' الریاض۔

''شاہ ولی اللہ کے فارسی ترجمہ قرآن میں اسم اور فعل سے متعلق بحث' نحو کے نقطہ نظر سے'' از ڈاکٹر حمدی بن ابراہیم حسن' مصری' مقیم الریاض

''قرآن کریم میں ایک ہی لفظ کا مختلف معانی میں ورود۔ ترجمہ میں ایک مسئلہ'' از ڈاکٹر المولودی بن اسماعیل عزیز' مراکشی' مقیم مکہ المکرمہ۔

۱۱۔ گیارہویں جلسے میں پڑھے گئے مقالات (۲۴ اپریل' رات 8:45 تا 10:15' پہلا ہال)

''انگریزی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کرتے وقت بعض لسانی مشکلات'' از ڈاکٹر عبداللہ بن حمد الحمیدان' جامعہ الملک سعود' الریاض و ڈاکٹر عبدالجواد بن توفیق محمود

''قرآن کریم کے ترجمہ کی زبان کیسی ہو؟ از ڈاکٹر محمود بن عبدالسلام عزب' جامعہ الازہر' مصر

''ملیباری زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ' تاریخ و ارتقائی مراحل'' از ڈاکٹر محمد اشرف بن علی ملیباری' ہندوستانی' مقیم جامعہ اسلامیہ' مدینہ منورہ۔

''کردی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ' تاریخ و ارتقائی مراحل'' از استاد محسن بن محمد صابر جوامیر' مولنڈل (Molandal)' سویڈن

۱۲۔ بارھویں جلسے میں پڑھے گئے مقالات (۲۴ اپریل' رات 8:45 تا 10:15' دوسرا ہال)

''پرتگالی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ' تاریخ و ارتقائی مراحل'' از ڈاکٹر حلمی بن محمد ابراہیم نصر' مصری' مقیم جامعہ سان پاؤلو' برازیل۔

''ترکی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ' تاریخ و ارتقائی مراحل'' از ڈاکٹر صدرالدین بن عمر کوموش' کلیۃ الالہیات جامعہ مرمرۃ' استنبول۔

''فارسی زبان میں قرآن کریم کے تراجم' تاریخ و ارتقائی مراحل'' از ڈاکٹر عبدالغفور بن عبدالحق بلوچ' پاکستانی' مقیم مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشریف' مدینہ منورہ۔

''قرآن کریم کا امری زبان میں ترجمہ۔ ایک رپورٹ'' از شیخ عبدالصمد بن احمد مصطفیٰ عثمانی' ایتھوپیا' مقیم ریاض

۱۳۔ تیرھویں جلسے میں پڑھے گئے مقالات (۲۵ اپریل' صبح 9:00 تا 10:30' پہلا ہال)

''روسی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ' تاریخی رپورٹ'' از ڈاکٹر سعید بن ھبۃ اللہ کامیلیف' معہد الحضارۃ الاسلامیۃ' ماسکو

''سویڈش زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ' تاریخی رپورٹ'' از استاد محمد قنوت ساتہ برستروم' سویڈش' مقیم العرائش' مراکش

''البانوی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ۔ تاریخی مراحل'' از ڈاکٹر شوکت محرم کراسنقی' بریشتینا' کوسوو۔

''یوربا زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ۔ تاریخی و ارتقائی مراحل'' از ڈاکٹر عبدالرزاق بن عبدالمجید الارد۔ فارغ التحصیل از جامعہ اسلامیہ' مدینہ منورہ۔

''بنگالی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ' تاریخ و ارتقائی مراحل'' از شیخ ابوبکر محمد زکریا' بنگلہ دیشی' مقیم جامعہ اسلامیہ' مدینہ منورہ۔

۱۴۔ چودھویں جلسے میں پڑھے گئے مقالات (۲۵ اپریل' صبح 9:00 تا 10:30' دوسرا ہال)

''قرآن کریم کے تراجم' خطی صورت میں اور ان کی اہمیت'' از ڈاکٹر اکمال الدین احسان اوغلو' ارسیکا' استنبول۔

''قرآن کریم کے اردو تراجم' تاریخی و ارتقائی مراحل'' از ڈاکٹر احمد خان' مرکز حمایت المخطوطات العربیہ' اسلام آباد۔

''بلقان میں قرآن کریم کے تراجم۔ تاریخی مراحل پر رپورٹ'' از شیخ حسن بن رمضان جیلو' سکوپی (Skopje) مقدونیہ

''ملاوی زبان میں قرآن کریم کے تراجم۔ارتقائی مراحل پر رپورٹ'' از شیخ خالد بن ابراہیم بتیلا' بلنغائر (Blangyre)' ملاوی

۱۵۔ پندرہویں جلسے میں پڑھے گئے مقالات (۲۵ اپریل صبح 10:45 تا 12:15' پہلا ہال)

''قرآن کریم کا ترجمہ اور مستشرقین' تاریخی نظر'' از ڈاکٹر محمد مہر علی' بنگالی' مقیم ایسکس (Essex) برطانیہ

''عبرانی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ' تاریخی وتنقیدی نظر' از ڈاکٹر محمد خلیفہ بن حسن احمد' مصری' جامعۃ القاہرہ۔

''قرآن کریم کے تراجم میں مستشرقین کے مناھج' ایک تنقیدی نظر'' از ڈاکٹر عبدالراضی بن محمد عبدالمحسن 'مصری' جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ' الریاض

''مستشرقین کی طرف سے قرآن کریم کے تراجم۔ محرکات اور خطرات'' از ڈاکٹر محمد بن حمادی الفقیر التمسمانی' طنجہ مراکش۔

۱۶۔ سولہویں جلسے میں پڑھے گئے مقالات (۲۵ اپریل صبح 10:45 تا 12:15' دوسرا ہال)

''غیر مسلموں کے لئے قرآن کریم کے تراجم' سعودی حکومت کی خدمات'' از ڈاکٹر عبدالرحیم بن محمد المعتدوی' جامعہ اسلامیہ' مدنیہ منورہ

''غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینے میں قرآن کریم کے تراجم کا کردار'' از ڈاکٹر عبداللہ بن ابراہیم الحمیدان' جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ' الریاض۔

''دعوت اسلام کے میدان میں استعمال کئے جانے والے قرآن کریم کے ترجمہ کی خصوصیات'' از ڈاکٹر ابراہیم بن صالح الحمیدان' جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ۔ الریاض۔

''قرآن کریم کے تراجم کی انٹرنیٹ پر تشہیر۔ اسلام کی طرف دعوت میں اس کی اہمیت'' از ڈاکٹر فہد بن محمد المالک' کلیۃ الملک فہد الامینۃ' الریاض۔

ان مقالات کو بے حد توجہ اور انہماک کے ساتھ سنا گیا بلکہ مقررین سے کئی کئی سوالات بھی پوچھے گئے ان سامعین میں مدینہ منورہ کے علاوہ دیگر شہروں سے بھی معتد بہ حضرات تشریف لائے تھے' ان کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات ہال میں سامعین کے لئے کرسیاں کم پڑ جاتیں اور انہیں ہال کے دروازہ تک کھڑا رہنا پڑتا۔ جامعہ اسلامیہ کے طلباء بھی بکثرت موجود تھے۔

اس موقع پر قرآن کریم سے متعلق ایک نمائش کا اہتمام بھی اسی ہوٹل یعنی شیرٹن میں کیا گیا تھا' جس میں مدنیہ منورہ کے بڑے بڑے کتب خانوں کے علاوہ ملک بھر و سا قابل ذکر لائبریریوں سے قرآن کریم کے تراجم کے مطبوعہ اور قلمی نسخوں کی نمائش کی گئی تھی۔ نمائش والے دروازے کے سامنے میں قرآن کریم کے ایک بہت بڑی سائز میں نسخے

کی فوٹو، جو اصل سائز کے برابر تھی، رکھی گئی تھی، قرآن کریم کا یہ نسخہ 80x142.5 سم کے سائز میں 154 کلوگرام وزن میں ہے جو کسی غلام محی الدین نے 1240ھ میں بے حد عمدہ نسخ میں لکھا ہے۔ بین السطور فارسی ترجمہ بھی دیا، مگر غالباً پورے قرآن میں ترجمہ درج نہیں ہے۔ ان صاحب نے یہ نسخہ حرم شریف مدینہ منورہ کے کسی کتب خانے میں محفوظ کرایا تھا، جو اس وقت حرم نبوی ہی میں مکتبہ الملک عبدالعزیز کی زینت بنا ہوا ہے۔ میرے خیال میں یہ نسخہ پاک و ہند کے مذکورہ بالا غیر معروف کاتب کا کمال ہے۔ میرے خیال کی تائید کاتب کا نام اور اتنی بڑی سائز میں لکھنے کا یہاں مروج انداز بھی کررہا ہے۔ اگر کبھی اس نسخے کو زیادہ تفصیل سے دیکھنے کا موقعہ ملا تو مکمل معلومات کا دستیاب ہونا ممکن ہے۔ اس نمائش میں کوئی تیس کے قریب اداروں کے کتب خانوں نے حصہ لیا تھا۔

تین دن تک بھرپور اجلاسوں کے بعد 25 اپریل رات نو بجے اختتامی اجلاس ہوا۔ جس میں اس سیمینار کی قراردادیں پیش ہوئیں۔ ان قراردادوں میں سعودی حکومت اور مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشريف کے شکریے کے ساتھ قرآن کریم کے تراجم کے ضمن میں ان کی خدمات کو سراہا گیا اور اس میدان میں مزید کام کرنے کے لئے درج ذیل تجاویز پیش کی گئیں:

☆ یہ سیمینار اس امر کی شدت سے ضرورت محسوس کرتا ہے کہ غیر عربی دان مسلمانوں میں عربی زبان کی تعلیم عام کی جائے تا کہ وہ قرآن کریم کو صحیح طور پر پڑھنے کے ساتھ ساتھ اسے براہ راست سمجھ بھی سکیں اور یوں انہیں غلط سلط قسم کے تراجم سے نجات مل جائے۔

☆ مجمع الملک فهد مطباعة المصحف الشريف میں اس امر کی سعی کی جائے کہ شروع سے لے کر آج تک جس قدر قرآن کریم کے ترجم، اس میدان میں ریسرچ یا جو بھی خدمات ہوئی ہیں، یا ہو رہی ہیں، یا آئندہ ہوں گی جس میں کمپیوٹر، انٹرنیٹ وغیرہ کے پروگرام بھی شامل ہیں، ان سب کی جامع معلومات یکجا کی جائیں۔

☆ دنیا کی جن زبانوں میں جس قدر قرآن کریم کے تراجم آج تک ہو چکے ہیں ان کے بارے میں زبان وار ببلوگرافی مرتب کی جائے جس میں مکمل معلومات، ترجمہ کرنے والے کے عقائد کی رو سے جو کم یا زیادہ کیا گیا ہے اس کی نشاندہی بھی کی جائے۔

☆ مجمع میں تراجم القرآن سے متعلق کمیٹی نے جو درج ذیل قواعد وضوابط بسلسلہ ترجمہ قرآن مقرر کر رکھے ہیں، جملہ مترجمین کو ترجمہ کرتے وقت ان کا خیال رکھنا چاہیے:

ا۔ ترجمہ قرآن پر ایک مقدمہ لکھا جائے جس میں اسلام کے اصول ومبادی کی تشریح موجود ہو۔

ب۔ ترجمہ کرتے وقت یا تفسیر لکھتے وقت شخصی اجتہادات، فلسفیانہ آراء اور مذہبی شخصی رجحانات دینے سے اجتناب کیا جائے۔

ج۔ قرآں کریم میں مکرر آمدہ کلمات کا ترجمہ حتی الوسع ایک ہی کیا جائے الا یہ کہ وارد ہونے والے مقام پر اس کا مفہوم اگر بدل رہا ہے تو سیاق وسباق کے مطابق کیا جائے۔

د۔ ترجمہ کرتے وقت آیات قرآنیہ کے مفہوم میں کسی قسم کی زیادتی یا کمی نہ کی جائے۔

ہ۔ قرآن کریم کے جملہ مفہوم کا ترجمہ کیا جائے نہ کہ لفظی ترجمہ ہو۔

ر۔ جن اسلامی اصطلاحات کا ترجمہ کسی زبان میں غیر ممکن ہو انہیں بجنسہ ترجمے میں اصل الفاظ وصورت میں قائم رکھا جائے، جیسے صلاۃ، زکوٰۃ، حج، عمرہ وغیرہ، مگر انکی مکمل شرح ایک ملحق کی صورت میں ترجمے کے آخر میں لگادی جائے

ز۔ ترجمہ آیات کے مقابل صفحہ پر لکھا جائے نہ کہ بین السطور ہو۔

ح۔ ترجمہ کی تشریح یا دیگر توضیحات، ترجمہ والے صفحہ کے نیچے لکھی جائے نہ کہ اس کا دائیں بائیں۔

ط۔ ترجمہ کرتے وقت اسلامی تعبیرات و اصطلاحات کا پورا پورا التزام کیا جائے اور دیگر مذاہب کی ایسی اصطلاحات سے اجتناب کیا جائے۔

ی۔ ترجمہ کرتے وقت معاصر زبان کا التزام کیا جائے نہ کہ اس زبان کی قدیم صورت کا۔

ل۔ ترجمہ کرتے وقت مخاطب کا خاص طور پر دھیان رہے۔

م۔ غیر مسلم حضرات کیلئے قرآن کریم کا ترجمہ کرتے وقت دعوت اسلامی کے اصولوں کا بھی خیال رکھا جائے۔

☆ ترجمہ قرآں کے آخر میں انڈکس بنا کر قاری کے لئے اپنے مطلوب تک بہت جلد پہنچنے کی سہولت پیدا کی جائے تاکہ وہ اس کی مدد سے اپنے علمی کام باآسانی کرسکے۔

☆ محرف شدہ اور بدنیتی پر مبنی تراجم قرآں کے خطرات سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔ نیز یہ کہ ایسے تراجم کو دنیا سے ختم کرنے اور ان کی جگہ صحیح اور درست تراجم قرآن لانے کی سعی سے مسلمانان عالم کو آگاہ کیا جائے۔

☆ اس سیمینار میں شریک حضرات علماء، مراکز اور علمی اداروں سے ملتمس ہیں، کہ وہ قرآن کریم کے حصہ اول تراجم میں وارد اغلاط، اوہام اور غیر مناسب کلمات کی گرفت میں کسی قسم کی لاپرواہی نہ برتیں۔

☆ اس امر کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے یہ سیمینار خبردار کرتا ہے کہ براہ راست نص قرآنی سے ترجمہ کرنے کی بجائے ترجمہ سے ترجمہ یا ناقابل اعتبار مآخذ کی مدد سے ترجمہ ہرگز نہ کیا جائے۔

☆ ہم اس امر کی پرزور سفارش کرتے ہیں کہ جدید الیکٹرانک وسائل خاص طور پر انٹرنیٹ کو صحیح تراجم قرآن اور محرف تراجم کے خطرات سے آگاہ کرنے کا زیادہ سے زیادہ وسیلہ بنایا جائے۔

☆ یہ سیمینار اس ضرورت کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ ان مراکز اسلامی کی حوصلہ افزائی کی جائے جو اپنے ممبران کو متداول تراجم پر ملاحظات لکھنے کی تاکید کریں اور انہیں اپنے استعمال میں لائیں، تاکہ مستقبل میں ترجمہ کرنے والے

حضرات ان سے استفادہ کرسکیں۔ جیسا کہ مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف کا مرکز التر جمات کر رہا ہے۔

☆ اس سیمیار کی وساطت سے ہم اسلامی جامعات سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنے ہاں تراجم کے شعبے قائم کریں، تاکہ ان سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء ترجمہ کے میدان میں ماہر ہوں اور وہ مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم سرانجام دینے کے اہل ثابت ہوں۔

☆ اس سیمیار کی وساطت سے ہم تجویز پیش کرتے ہیں کہ ایک مجلّہ نکالنے کی سعی کی جائے جس میں ترجمہ قرآں کے مباحث، ترجمہ کرنے کے بہترین طریقے اور وسائل سے متعلق مقالات ہوں، نیز اس میں حصہ اول تراجم میں موجودہ اغلاط و نقائص سے بھی آگاہ کیا جائے۔ مزید برآں اس میں دشمنان اسلام کی طرف سے کئے گئے تراجم میں وارد تحریفات سے آگاہی کا بندوبست بھی ہو۔

☆ قرآن کریم کے تراجم سے متعلق حضرات اور اداروں کے آپس میں تعاون پر یہ سیمینار تاکید کرتا ہے کہ تاکہ انفرادی یا اداروں کے مفید تجربات سے اس میدان میں کماحقہ استفادہ کیا جاسکے۔

☆ ہم اس امر کی ضرورت کو شدت سے محسوس کرتے ہیں کہ جن زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم ابھی تک نہیں ہو پائے یا اچھے ترجمے میسر نہیں آئے، ان کی ایک مکمل لسٹ بنائی جائے اور پھر اس خلا کو مجمع الملک فہد کے تجربات اور قواعد و ضوابط کی روشنی میں پُر کرنے کی سعی کی جائے۔

☆ اس بات کا پورا پورا التزام رہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ کرتے وقت نص قرآنی کو ترجمہ کے ساتھ رکھا جائے یعنی صرف ترجمہ قرآن ہرگز الگ نہ چھاپا جائے۔

☆ عربی سے دیگر زبانوں میں ڈاکشنریاں مرتب کی جائیں جن میں قرآنی اصطلاحات کا بہت بہتر طریقے سے تعین کیا گیا ہو، تاکہ مترجمین قرآن ان سے استفادہ کرسکیں۔

☆ قرآن کریم کے تراجم، ان سے متعلق تحقیقات (Studies) کے بارے میں وقتاً فوقتاً سیمیار کا انعقاد ہوتے رہنا چاہیے، تاکہ مترجمین کو جو مشکلات پیش آتی رہتی ہیں، ان کا اس ذریعے سے بروقت حل ملتا رہے۔

مذکورہ سیمینار کے لئے کوئی ایک سال سے تیاری ہو رہی تھی، پہلے یہ سیمیار فروری 2002ء میں منعقد ہونا قرار پایا، مگر بعض مجبوریوں کی بنا پر اسے اپریل (۲۳ تا ۲۵) میں لے جانا پڑا۔ میں چند عزیزوں کے اصرار پر قبل از وقت ہی سعودی عرب روانہ ہوگیا، اور ۱۹ اپریل شام کے وقت جدہ پہنچا، دو دن وہاں قیام کرنے کے بعد ۲۱ تاریخ کو مدینہ منورہ بذریعہ ہوائی جہاز عصر کے قریب پہنچا اور ہوائی اڈہ سے سیدھا شرٹن ہوٹل میں لایا گیا۔ مجھ سے قبل اس سیمیار میں شمولیت کی خاطر صرف ایک صاحب ڈاکٹر سعید بن ھبۃ اللہ کاملیف، جو ماسکو کے معہد الحضارۃ الاسلامیہ کے ڈائریکٹر ہیں، پہنچ چکے تھے، ہوٹل میں دیگر استقبالیہ کے علاوہ ڈاکٹر ف۔ عبدالرحیم ملے، جو جنوبی ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں اور

ایک عرصہ سے مدینہ منورہ میں علمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اگلے روز ہماری خواہش پر مجھے اور ڈاکٹر کامیلیف صاحب کو مجمع الملک فہد للطباعۃ المصحف الشریف ' جو اس سیمینار کا میزبان ہے' دکھایا گیا' مجمع میں علمی شخصیات سے ملاقات کے علاوہ جو چیز دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے' وہ مجمع کا پریس ہے' جدید ترین مشینوں کا حامل یہ پریس کوئی آٹھ دس کنال کے رقبہ پر پھیلا ہوا ہے۔ مشینوں کی ترتیب' نظام کار اور کارکنوں کی بہتر کارکردگی دیکھنے کے قابل ہے۔ سب حضرات بے حد سکون اور خاموشی کے ساتھ اپنے اپنے کام میں مصروف نظر آتے ہیں اس پریس کے کام کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے' کہ اس تھوڑے سے عرصے میں اب تک اس مطبع سے کوئی ۱۸۰ ملین سے زیادہ معراء اور مترجم قرآن کریم کے نسخے چھپ چکے ہیں' طباعت کی عمدگی' قرآن کریم کی خوبصورتی اور صحت لفظی کا اتنا بلند معیار ہے کہ کسی جگہ آپ انگلی نہیں اٹھا سکتے اور نہ ہی کسی زیر زبر کا کوئی فرق نظر آتا ہے۔

اس پریس سے ملحقہ عمارت میں قرآن کریم کے صوتی ریکارڈ کا ایک الگ انتظام کیا گیا ہے۔ بہت ہی جدید قسم کے ریکارڈز کا ایک بہترین نظام کار رکھا گیا ہے۔ سردست سعودی عرب کے معروف و مشہور قرء کی آواز میں قرآن کریم ٹیپ کے علاوہ سی' ڈی (CD) پر ریکارڈ کیا جارہا ہے۔ کسی مرحلے میں قرآن کریم کے تراجم بھی اسی انداز سے ریکارڈ کئے جائیں گے۔

۲۳ اپریل ۲۰۰۲ء کو تراجم قرآن کریم کے بارے میں اس سیمیار کا صبح دس بجے امیر منطقہ جناب عزت مآب مقرن بن عبدالعزیز کے خوبصورت خطاب سے افتتاح ہوا۔ اس موقع پر معالی الشیخ صالح بن عبدالعزیز وزیر مذہبی امور و اوقاف اور دعوت و ارشاد نے قرآن کریم کے تراجم کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور اس ضمن میں سعودی حکومت کی آئندہ ترجیحات سے متعلق خطاب کیا۔ کوئی گیارہ بجے کے قریب تراجم قرآن سے متعلق نمائش کا افتتاح بھی عزت ماب مقرن بن عبدالعزیز کے ہاتھوں ہوا۔

اس نمائش کے بعد ہمارے دوست ڈاکٹر محمد ایوب اصلاحی جو اس سیمینار میں بحیثیت مہمان شریک ہیں' مجھے جامعہ اسلامیہ' جہاں وہ ایک طویل عرصہ تک تدریسی خدمات سرانجام دے چکے ہیں' لے گئے' جامعہ دکھانے اور میری دلچسپی والی شخصیات سے ملاقات کے بعد وہاں ہم نے اسلامی مطبوعات کی ایک نمائش دیکھی' جہاں اس امر کا شدت سے احساس ہوا کہ کسی قدر تیزی کے ساتھ یہ مطبوعات عرب دنیا میں نکل رہی ہیں' مگر ہم ان سے بے خبر ہیں' کئی نئی مطبوعات اور کئی پرانی مطبوعات نئے انداز سے تحقیقی طور پر اور خوبصورتی کے لحاظ سے چلی آرہی ہیں' اور ہر پبلشر ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتا ہے' اس نمائش میں سعودی عرب کے علاوہ بیروت' مصر شام وغیرہ کے پبلشرز نے بھی حصہ لیا تھا۔

آج دوپہر کا کھانا وزیر مذہبی امور' اوقاف اور دعوت و ارشاد کی طرف سے شیرٹن ہوٹل ہی میں تھا' جو بہت

پر تکلف اور عربوں کی مہمان نوازی کا آئینہ دار تھا۔

۲۴ اپریل کو بھرپور آٹھ اجلاس ہوئے' انہی کے درمیان ظہر کی نماز کے لئے حرم نبوی گئے تو حرم شریف سے بالکل متصل مکتبہ الملک عبدالعزیز کے لائبریرین جناب ڈاکٹر عبدالرحمان بن سلیمان المزینی نے جو مجھے اپنے ساتھ لے گئے تھے' نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی لائبریری دکھائی۔ یہ کتب خانہ مدینہ منورہ میں بہت اہمیت کا حامل ہے اس میں عارف حکمت' محمودیہ اور مدینہ منورہ کی کئی عوامی لائبریریوں کے علاوہ چھوٹے بیس سے زیادہ مجموعہ ہائے کتب و مخطوطات جمع ہوگئے ہیں' یہاں پر مخطوطات کا ایک بڑا ذخیرہ یکجا ہوگیا ہے۔ میں نے اپنی تیار کردہ فہرست المخطوطات کی فہرستیں چاہیں' جن کا عدہ کیا گیا' کتب خانہ دیکھتے دیکھتے اس کا وقت ختم ہوچکا تھا' جس کا ہر چند احساس نہ ہوا' مگر جناب المزینی صاحب نے مجھے روکے رکھا اور آخر میں عارف حکمت والا مجموعہ دکھایا' مخطوطات کو بہت اچھے انداز میں محفوظ کیا گیا ہے' اور اب فن وار جملہ مخطوطات کی فہارس تیار ہورہی ہیں' مجھے بتایا گیا کہ فن حدیث سے متعلق فہرست مرتب ہوچکی ہے اور جلد طبع ہوکر منظر عام پر آجائے گی۔

اسی دن نماز عصر کے بعد موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ہم نے ڈاکٹر محمد شفاعت ربانی کے فرزند ارجمند محمد عمران کے ہمراہ جناب محمد عبدالرزاق الصانع سے سے' جو اندرون حرم نبوی کے کتب خانے میں مخطوطات کے انچارج ہیں' ملاقات ہوئی انہوں نے اپنے ذخیرہ مخطوطات کی تفصیلی سیر کرائی' اور مخطوطات کی حفاظت اور جلد بندی کے لئے جو عمدہ بندوبست کیا گیا ہے' وہ بھی دکھایا' نماز مغرب تک یہیں مصروفیت رہی' نماز کے بعد جناب ڈاکٹر شفاعت ربانی صاحب مجھے مدینہ منورہ کے کچھ آثار دکھانے کیلئے لے گئے۔ جن میں مسجد قباء' مسجد جمعہ' جنۃ البقیع' حضرت ابوذر غفاریؓ کا باغ وغیرہ شامل ہیں۔

۲۵ اپریل دن کے وقت ٹی وی کے دو چینلز کو ایک انٹرویو دیا جس میں اردو زبان کی قرآن وحدیث کے حوالے سے خدمت اور پاکستان میں عربی مخطوطات کی اہمیت سے متعلق بات کی گئی۔ اسی جلسے کے آخر میں سیمینار کی قراردادیں پیش ہوئیں۔

اس امر کا میزبان ادارے نے بہت عمدہ انتظام کر رکھا تھا کہ جملہ نمازوں کے اوقات میں ادائیگی نماز کے لئے ایک کوسٹر نماز سے چند منٹ قبل ہمیں حرم نبوی لے جاتی' اور نماز کے بعد واپس ہوٹل پہنچا دیتی تھی' علاوہ بریں جمعہ ۲۶ اپریل کو تمام مہمانوں کے لئے نماز جمعہ کا حرم نبوی میں ایک اچھا انتظام کیا گیا تھا۔

میں عمرہ کی سعادت سے سرفرازی چاہتا تھا' جسکا انتظام جناب ڈاکٹر محمد شفاعت ربانی صاحب نے ۲۵ اپریل پہلے وقت سے کر دیا تھا' اس روز یعنی جمعرات کو پچھلے پہر ایک ائر کنڈیشنڈ کوچ سے دیگر مدنی ہمراہیوں کی معیت میں مکہ مکرمہ روانہ ہوگیا' رات عشاء کے قریب ہم مکہ مکرمہ میں پہنچ گئے' ہر چند کہ عزیزوں نے یہاں بھی بہت زور لگایا کہ

ان کے گھر چلوں، مگر میں نے وہ رات غنیمت جانتے ہوئے حرم شریف ہی میں عبادت میں مصروف رہ کر گزاری۔ صبح ۲۶ اپریل جمعہ کا دن سارا حرم شریف میں رہا، جمعہ کے بعد عزیزوں نے کچھ تحائف سے نوازا اور نماز عصر کے بعد ہم واپس مدینہ منورہ روانہ ہوگئے، رات ہوٹل میں کوئی گیارہ بجے واپس پہنچ گئے تھے۔ تقریباً سارے مہمان ہوٹل سے روانہ ہو چکے تھے، میں نے بھی اجازت چاہی اور اپنے دوست احباب شفاعت ربانی صاحب کے اصرار پر انکے گھر چلا آیا

۲۷ اپریل شام کو میری مدینہ سے ریاض اور پھر ۲۸ تاریخ صبح ریاض سے اسلام آباد روانگی تھی اس لئے ۲۷ کا دن ڈاکٹر ربانی صاحب کے ساتھ ہی گزرا، نماز عصر کے بعد کا وقت جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحب نے میرے لئے مختص کر رکھا تھا اور ان کے پروگرام میں انہوں نے مجھے مدینہ منورہ کے کئی تاریخی اور قدیم آثار دکھانے تھے۔ جناب ڈاکٹر الیاس صاحب آثار قدیمہ کے ماہر ہیں، اس میدان میں ان کی حد سے زیادہ تالیفات منظر عام پر آ چکی ہیں۔ انہوں نے تھوڑے سے وقت میں جو عصر سے مغرب تک تھا، مسجد الشیخین، مسجد مستراح، جبل العینین، مقابر شہداء احد، جبل احد وہ غار جس میں غزوہ احد کے وقت آنحضرت ﷺ نے پناہ لی تھی اور صحابہ تیروں کی بارش کے سامنے ڈھال بنے رہے، وہیں مسجد الفسح، پھر مسجد قبلتین، مسجد الفتح، مسجد سجدہ، مسجد الاجابۃ، مسجد بنو ظفر، مسجد بنی قریظہ اور ماریہ قبطیہ کے گھر کے پاس سے گزرتے ہوئے ہم آنحضور ﷺ کے یہودی جانی دشمن (اس وقت نام یاد نہیں آ رہا) کے گھر تک گئے، جو مدینہ سے باہر واقع ہے۔ مغرب ہو رہی تھی، کہ واپس حرم نبوی میں پہنچ گئے۔ جناب ڈاکٹر الیاس صاحب اور بھی آثار دکھانے کا ارادہ رکھتے تھے مگر چونکہ اسی رات ریاض سے فلائٹ روانہ ہونی تھی، اس لئے باقی آثار رہ گئے۔ ہاں البتہ نماز مغرب کے بعد ڈاکٹر الیاس صاحب مرکز بحوث ودراسات المدینۃ المنورہ ہمیں لے گئے جو حرم کے قریب ہی ہے۔ یہ مرکز مدینہ منورہ کی تاریخ سے متعلق ہر قسم کی معلومات جمع کر رہا ہے اور ابھی حال ہی میں قائم ہوا ہے۔ اس مرکز کی اٹھان سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت تیزی کے ساتھ مدینۃ الرسول سے متعلق مواد جمع کر لے گا۔

اس کے بعد ہم نے نماز عشاء حرم نبوی میں ادا کی اور ائیرپورٹ کی طرف روانہ ہوگئے۔ مسجد نبوی اب وسعت کے اعتبار سے بہت عمدہ ہوگئی ہے۔ اس میں مختلف عہدوں کی بناوٹ کو الگ الگ کرتے ہوئے ایک یونٹ میں پوری عمارت نظر آتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد کی مسجد، پھر اس میں خلفاء وصحابہ کے عہد میں جو اضافہ ہوا، اس کی الگ نشاندہی، ترکوں کے دور میں جو اضافے یا تبدیلیاں ہوئیں، ان سب اضافوں کا الگ الگ ستونوں پر اندراج کر کے تعین کر دیا گیا ہے۔ اندر اور باہر روشنی کا بہت عمدہ نظام ہے، جگہ جگہ نمازیوں کی سہولت ورہنمائی کی خاطر تین زبانوں (عربی، اردو، ترکی) میں ہدایات درج ہیں۔

سیمینار کے دوران بہت سے دوستوں سے ملاقات رہی ان میں سعودی بھی تھے اور پاکستانی بھی، علاوہ بریں ایشیائی اور یورپی ممالک کے کئی محققین اور قرآن شناسوں سے تبادلہ خیال ہوتا رہا۔

(قسط نمبر 6)

ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی، ملتان

ازدواجی تعلقات اور شوہر بیوی کے لئے ضروری تنبیہات وہدایات

(تنبیہ الزوجین)

دلفریب معاشرہ اور مسلمان مرد و عورت

مرد اور عورت پر لعنت:

مسلمان مرد و زن کو ایک دوسرے کیساتھ مشابہت پیدا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ مرد عورتوں کی طرح اور عورتیں مردوں کی طرح کپڑے نہ پہنیں، نہ ایک دوسرے کی چال ڈھال اپنائیں اور یقین کریں کہ جو عورتیں بال کٹواتی ہیں سر نہیں ڈھکتیں، گریبان کھلے، بغیر چادر یا دوپٹے کے سر بازار گھومتی ہیں۔ مشترکہ محفلوں، میٹنگوں میں اپنے حسن بے محابا کی نمائش کرتی ہیں، وہ طور طریق اختیار کرتی ہیں جو مرد کرتے ہیں، اسی طرح وہ مرد جو عورتوں کی طرح بال بڑھاتے ہیں بالوں کو کندھوں پر لہراتے ہیں یا چوٹیاں باندھتے ہیں عورتوں جیسا لب ولہجہ اختیار کرتے ہیں، ان سب پر لعنت ہے (حدیث صحاح ستہ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرتے ہیں اور ان خواتین پر لعنت فرمائی جو مردوں جیسی شکل وصورت وضع قطع اور اطوار اپناتی ہیں (بخاری، عن عبداللہ ابن عباسؓ)

پاکستان میں رات آٹھ بجے آٹھ مارچ ۲۰۰۲ء کو ٹیلیویژن پر ایک پروگرام پیش کیا گیا تھا، جس میں تین مہمان خصوصی بیٹھی تھیں، یہ تینوں ننگے سر، بال مردوں کی طرح کٹے، ہنس ہنس کر سوال وجواب میں مصروف تھیں، شرکاء مجلس میں دو کے سر پر دوپٹہ تھا، باقی سب خواتین نے ایک سے ایک زیادہ شمع محفل بننے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی، اس طرح قومی ذرائع ابلاغ، یعنی ٹیلیویژن نے اخلاقی، معاشرتی اقدار کا جنازہ علی الاعلان نکال کر رکھ دیا، اس کا کیا رونا، ٹیلیویژن کے تقریباً ہر ڈرامے، ہر شو میں لڑکے اور لڑکیوں کے محبت آمیز، بے باکانہ گفتگو، مغربی اطوار، بے ہودہ زیب وزینت، والدین کی بے ادبی، بیویوں کے اپنے شوہروں سے سینہ زوری، (یعنی بیباک انداز تکلم، کھلی بغاوت ونافرمانی کے مناظر)

یہ سب کچھ ناظرین بہو اور بیٹیوں پر کس قدر ناپسندیدہ اثرات پھیلا رہے ہیں، اندازہ ہے کچھ؟ مذہب اور

اخلاق سے عاری نسلوں کو کہاں لے جارہے ہیں' سوچا ہے کچھ؟ حضرات آپ جان لیں کہ یہ سب کرتوت جواں نسل کو تباہی کے دہانے پر پہنچانے میں معاون ہورہے ہیں:

مردوں جیسی شکلیں:

یادرکھیں کہ لباس کی تراش وخراش' چمک دمک' چال ڈھال' آرائش وزیبائش' مخلوط تعلیم' مردوں کے ساتھ مخلوط تعلیم وملازمت اور کاروبار' الغرض زندگی کے ہر میدان میں ایک دوسرے کی نقالی کرنے کو اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے' اگر آپ مسلمان ہیں تو ایسا مت کریں' دراصل یہ سب کام اسلامی تعلیمات سے روگردانی کا نتیجہ ہیں۔ مغربی تعلیم وافکار نے خواتین کو تباہ کرکے رکھ دیا جب ہی تو سر کے بال کٹوا کر مردوں کی مانند پھرتی ہیں جبکہ حکماً حضور ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا'

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو سر کے بالوں کی تخفیف کرنے سے منع کرایا'' (نسائی عن علیؓ)

سر کے بالوں کو چھوٹے کراکے مردانہ وضع قطع اختیار کرنے سے نہ صرف عورت کی شرافت پر چوٹ پڑتی ہے بلکہ نسوانیت کا حسن بھی مجروح ہوتا ہے' اور یہ سب نبی اکرم ﷺ کے حکم کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

ہم صاف صاف کہے دیتے ہیں کہ وہ لوگ جن کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں' بودوباش اختیار کرتے ہیں' جن کی تہذیب وثقافت کو اپناتے ہیں' ان کی زبان میں بات چیت کرکے فخر سمجھتے ہیں۔ جن کا لباس' پہن کر خود کو مہذب سمجھتے ہیں۔ فکرونظر میں بھی ان سے علیحدگی گوارا نہیں کرتے۔ ذرا سوچیے کیا اسلام سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں؟ صرف نام کے مسلمان ہو!

یہ فرنگیوں کے ڈیڑھ سو سالہ اقتدار کا اثر ہے' کہ ہم نے مغرب کی تہذیب سے مرعوب ہوکر بے حیائی' لباس' طرز معاشرت' میں حکمرانوں کی تقلید کی' عورتیں فخر یہ مغربی عورتوں جیسا لباس پہن کر اترانے لگیں' نہ ستر وحجاب کا خیال رہا' نہ حیا کا' نہ کلام وطعام کا۔ گفتگو اور طرز رہائش ان کے نقش قدم پر ڈھلتی چلی گئی' علامہ اقبال جب مغرب میں جاکر رہے تو انہیں اندازہ ہوا۔ اقبال کو پڑھیں جہاں مغربی تہذیب کے متعلق زیادہ تر مخالفت تنقید ہی ملتی ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ اقبال کے رگ وریشہ میں یہ مخالفت رچی ہوئی ہے۔ سینکڑوں اشعار ایسے ہیں جن میں وہ ایک ضرب اس تہذیب پر رسید کرتے ہیں۔ اور اقبال کو مغربی تہذیب میں خوبی کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا' مغربی تعلیم کے بارے میں فرماتے ہیں'

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

مذہبی اور ثقافتی رشتے:

ہمارے ہاں عموماً مذہب اور ثقافت کو دو الگ الگ تہذیبی دائروں میں زیر بحث لایا جاتا ہے' یہ بات درست نہیں ۔ ہے ایک طبقہ بیزاری مذہب کے جنون میں ثقافتی امور میں مذہب کے کردار کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے۔ یہ طبقہ تناقض فکر میں مبتلا ہے' اسے مذہب سے والہانہ وابستگی سخت ناگوار گزرتی ہے مگر انہیں ثقافت نام کی چیز کو جنون کی حد تک لگاؤ رکھنے میں اعتراض نہیں ہوتا۔ اس کو ترقیاتی یافتہ ممالک کی نقالی' ان کے اوڑھنے بچھونے کی ہر دلعزیزی' معاشرے میں غیر مذہبی ترویج الغرض ہر ادا بھاتی ہے' یا یوں کہہ لیجئے کہ اس طبقہ نے شعوری یا غیر شعوری طور پر ثقافت کو مذہبی درجہ عنایت کر دیا۔

اس میں سب سے زیادہ مبتلا ہونے والی ہمارے موجودہ نسل کی جوان لڑکے اور لڑکیاں شامل ہوگئیں جن کے ماں باپ پہلے ہی سے کچھ نہ کچھ ایڈوانسمنٹ کے دلدادہ تھے اور کچھ مغربی طرز فکر کے شیدائی اور رسیا تھے۔ ان کی دیکھا دیکھی خربوزے والی مثل کے مصداق ہم عمر' ہم کلاس خربوزوں نے بھی رنگ پکڑنا شروع کر دیا' اگر آپ ہماری رائے سے متفق نہ ہوں تو اعداد و شمار دیکھئے اور سر دھنئے۔ پاکستان بننے سے پہلے ملک چھوڑ کر یورپ اور امریکہ جا کر آباد ہونے والوں کی تعداد نفی کے برابر تھی' پاکستان بننے کے بعد چار دہائی تک ایک کروڑ میں سے تیرہ ہزار بارہ سو تھی' گزشتہ ڈیڑھ دہائی میں ستائیس ہزار نو سو بیالیس ہے صرف اس لئے کہ وہاں کی چمک دمک نے ان کی آنکھیں خیرہ کر دیں اور اس ہجرت میں خواتین کا کردار بہت غالب ہے' ہم آگے کہیں اس کو بیان کریں گے۔

گلوبل کلچر:

مغربی میڈیا کی تعلیمات اور ہدایات جس طرح موجود نسل پر اثر انداز ہو رہی ہے اس کا بیان کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے' اس میڈیا کی نقالی میں دین و ایمان کے راستے سے آجکل کے پڑھے لکھے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں بہک گئے۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو ماڈرن کہلانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہونے دیا۔ مغربی میڈیا کی نقالی کر کے خود کو ماڈرن سمجھنے اور کہلانے کا واحد اسلوب یہی سمجھ لیا کہ انگریزی بولو۔ انگریز کی ہر بات کی نقالی کرو' مجھے انگریزوں کی حکومت ۱۹۴۷ء سے پہلے کی یاد ہے' اس زمانہ میں جب انگریز حکمران تھے تو لوگ نہ اس قدر انگریزی بولتے تھے نہ نقالی کرتے تھے' نہ انگریزی ثقافت کے زلف گرہ گیر کے اسیر تھے' گلوبل کلچر کو جب سے ذرائع ابلاغ میں پاؤں جمانے کا موقع ملا تب سے یہ سب بلائیں نازل ہونا شروع ہوگئیں۔ ان کے قدم بہ قدم بلکہ سانس بہ سانس' بے ہنگم' دیوانہ وار ان کی تقریبات میں شریک ہونے لگے۔ اپنی عید' بقر عید' رمضان شریف سے ان کو غرض نہیں' مگر مغرب کے تہواروں' میلوں کے منوانے اور منانے میں سر تا قدم رخت سفر باندھنے کو عار نہیں سمجھتے۔

ویلنٹائن ڈے:

''ویلنٹائن ڈے'' ایک زبردست ہنگامی' شور شرابے کا دن گزشتہ عشرہ کی پیداوار ہے' اب پاکستان میں بھی اس نے قدم جما دیئے ہیں' اور ایڈوانس معاشرے کے مرد و خواتین اس کو جان سوزی' خوش اعتقادی' اور تزک و احتشام سے مناتے ہیں' یہ دن بھی نیو ورلڈ آرڈر میں شامل ہے۔اس دن کی تفصیلات بیان کرنے سے پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ یہ دن کسی مذہب کا تہوار نہیں ہے اور نہ تاریخی اعتبار سے اس کی کوئی حیثیت ہے۔ ماضی میں تلاش کرلیں یورپ اور امریکہ میں اس تہوار کو منانے والوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی' مگر ایک انتہا پسند طبقے نے اس کی ترویج میں کوئی کسر نہ چھوڑی' وہ نہایت خوش اسلوبی سے مسلمان ممالک میں اس تہوار کو منانے کا میڈیا کے ذریعے بندوبست کر دیتے ہیں' اس تہوار کو ''عاشقوں کا تہوار'' (Lover Festival) قرار دیتے ہیں۔اس دن پھولوں کے گلدستے اپنے عاشقوں اور معشوقوں تک پہنچا کر اس دن کو بہت اہتمام سے مناتے ہیں' اس تہوار کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اس میں غیر اسلامی' حیا سوز' بداخلاقی' اور خصوصاً جنسیاتی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

ہمارے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس دن کے منانے کو وسعت ظرفی اور روشن خیالی سمجھتے ہوئے خوب داد عیش دیتے ہیں ''انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا'' میں اس تہوار کا ذکر محض چند سطروں میں اس طرح ہوتا ہے:

''سینٹ ویلنٹائن ڈے کو عاشقوں کا تہوار کہتے ہیں' محبت کرنے والے ایک دوسرے کو' ویلنٹائن کارڈز'' بھیجتے ہیں' اس نئی ریت کا ''سینٹ'' سے کوئی تعلق نہیں' اس کا تعلق رومیوں کے دیوتا کے حوالے سے کیا جاتا ہے' دراصل پندرہ فروری کو منائے جانے والے تہوار بارآوری یا پرندوں کے' یوم اختلاط'' (Meeting Season) سے ہے''

بعض رومانیت پسند لوگوں نے خواہ مخواہ سینٹ ویلنٹائن سے منسوب کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ اور امریکہ میں ماضی میں اسی تہوار یا ثقافتی میلے کا کہیں ذکر ہوتا ہی نہیں۔ یہ سب بمشکل ربع صدی کی پیداوار ہے۔ یہ بات ماہرین پرند کو معلوم ہے کہ درحقیقت اس دوران میں پرندوں کا جنسی اختلاط شروع ہوتا ہے' اور جانور بھی اپنے صنفی مواصلت کا آغاز کرتے ہیں' عطا اللہ صدیقی نے اپنی کتاب' ویلنٹائن ڈے'' میں لکھا ہے کہ یہ دراصل ایک ''رومی دن'' تھا۔اس موقع پر لڑکے اپنی محبوباؤں اور لڑکیاں اپنے محبوبوں کے نام اپنے سینہ پر لکھ کر نکلتی تھیں' تحائف کا تبادلہ ہوتا تھا۔

''سینٹ ویلنٹائن'' ڈے کا آغاز اس طرح ہوا کہ سینٹ روم کے گرجا میں کام کرتا تھا (یا پادری تھا) جو ایک راہبہ کے عشق میں مبتلا ہو گیا۔اس نے راہبہ کو بتایا کہ پندرہ فروری ایسا دن ہے کہ اگر کوئی صنفی ملاپ کرے تو گناہ نہیں ہوتا۔راہبہ نے مثبت جواب دیا اور جوش محبت میں ''سینٹ'' کو سب کچھ دے ڈالا۔

کہا جاتا ہے کہ کلیسا میں ایسا کام کرنے کے جرم میں اسے قتل کر دیا گیا' مگر بعد میں منچلوں نے اسے ''شہید

محبت'' کے درجہ پر فائز کر دیا۔ اور اس کی یاد میں ''سینٹ ویلنٹائن ڈے'' منانا شروع کر دیا۔ مگر کلیساؤں نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی اور اس تہوار کو مذہبی حیثیت سے منانا نہیں قرار دیا۔

یوم اباحیت:

اب یورپ اور امریکہ میں زبردست طریقوں سے ''ویلنٹائن ڈے'' منایا جاتا ہے' اس دن کو ''یوم محبت'' کہنا' ماننا' قطعاً غلط ہے بلکہ اس دن کو ''یوم اباحیت'' یا ''یوم اوباشی'' کہہ دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ امریکہ میں نوجوان جنسی ہوسناکی' اختلاط مرد و زن بھرپور طریقے کو اس دن ہوا دیتے ہیں' مرد و عورت کی باہمی رضامندی سے خوب شہوت رانی' زناکاری ہوتی ہے' جسے وہ لوگ ویلنٹائن ڈے یا یوم محبت سمجھتے ہیں۔ اس دن لڑکے اور لڑکیاں اپنی پسندیدہ (Gay) دوستوں کے ساتھ برہنہ اور نیم برہنہ نکلتے ہیں' اور اس کام میں عار محسوس نہیں کرتے۔ ہم نے یہ بچشم خود ''میامی'' میں ایسے منظر دیکھے' مگر کچھ نہ کر سکے۔ بس یہ سمجھ لیں کہ جنسی انارکی کا بدترین مظاہرہ ہوتا ہے۔

یہ اباحیت کے جراثیم اب پاکستان میں داخل ہو چکے ہیں' ابھی صرف اس دن یعنی یوم محبت پر ویلنٹائن کارڈز بھیجے جاتے ہیں' اور ڈھکی چھپی ملاقاتوں' بڑے ہوٹلوں میں دعوتوں تک یہ وبا محدود ہے۔

اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے ہمارے بچوں کو کہ وہ مغربی میڈیا کی نقالی ترک کر دیں' اسلامی طریقوں نماز' روزہ' پر گامزن ہو جائیں' قرآن پاک کو اپنی تعلیم کا محور بنائیں۔ آمین !

یہود و نصاریٰ کے کام:

تاریخ اقوام عالم کو پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ یہودی اس دنیا میں ایک عجیب قوم ہے۔ وہ جانتے بوجھتے اللہ کا مقابلہ کرتی رہی۔ اللہ کے رسولوں کو یہ جانتے ہوئے قتل کیا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور فخر کے ساتھ سینہ ٹھونک کر کہتی ہیں کہ ہم نے اللہ کے رسول کو قتل کیا' اس قوم کی روایت یہ ہے کہ ان کے مورث اعلیٰ حضرت یعقوب علیہ السلام نے رات بھر اللہ تعالیٰ سے کشتی لڑی اور صبح تک اللہ تعالیٰ ان کو نہ پچھاڑ سکا' پھر جب صبح ہونے کو آئی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا اب مجھے جانے دے۔ تو یعقوب علیہ السلام نے کہا میں تجھے نہ جانے دوں گا۔ جب تک تو مجھے برکت نہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا ''یعقوب'' اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آئندہ تیرا نام یعقوب نہیں اسرائیل ہوگا۔ کیونکہ تو نے اللہ تعالیٰ اور انکے پیارے بندوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب رہا۔

ملاحظہ فرمائیں' یہودیوں کا جدید ترجمہ کتب مقدسہ (The Holy Scriptures) شائع کردہ' جیوئش پبلیکیشنز سوسائٹی آف امریکہ ۱۹۵۴ء کتاب پیدائش باب ۳۲' آیات ۲۵ تا ۲۹۔ عیسائیوں کے ترجمہ بائبل میں بھی اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ یہودی ترجمہ کے حاشیہ میں اسرائیل کے معنی لکھے ہیں۔

(He who striveth with God) یعنی جو خدا سے زور آزمائی کرے اور انسائیکلو پیڈیا آف بائبلوجیکل لٹریچر (Encyclopedia of Biblogical Litrature) میں عیسائی علماء نے اسرائیل کے معنی کی تشریح کی ہے' خدا سے کشتی لڑنے والا۔ (Wrestler with God) بائبل کی کتاب ''ہولیسع'' میں حضرت یعقوبؑ کی تعریف میں لکھا ہے کہ وہ اپنی توانائی کے ایام میں خدا سے کشتی لڑا تھا۔ (باب ۱۲ آیت ۴)

پھر ان اسرائیل صاحب (حضرت یعقوب علیہ السلام) کی اولاد نے اپنے اعترافات کے مطابق خدا کے نبیوں کو قتل کر دیا۔ اور اس بنا پر انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر ٹانگ دیا' اور خم ٹھونک کر کہا'

انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ ۔

''ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا جو اللہ کے رسول تھے'' (تفہیم القرآن ۔ ج ۵ ص ۳۸۳)

اور یہودیوں اور عیسائیوں کی کارستانی دیکھئے یہ باتیں ہم نے نہیں بنائیں یہ تو قرآن کی شہادت ہے۔ اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں کہ یہودی اور عیسائی کہتے ہیں مسیح ابن مریم ہی خدا ہیں۔

قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم ''کہتے ہیں کہ خدا ہی تو مسیح ابن مریم ہے''

آگے اور دیکھئے:

و قالت الیھود و النصری نحن ابنآ و اللہ و احیاوہ (المائدہ ۱۸)

''اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے لڑکے اور اس کے چہیتے ہیں۔

میرا ناقص خیال یہ ہے کہ اب آپ کو سمجھانے میں کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اگر اب بھی آپ لوگ اپنا ملجیٰ و ماویٰ انگلینڈ اور امریکہ کی پیروی کو تصور کرتے ہیں تو اپنا ٹھکانہ سوچ لیں' ایسا نہ ہو کہ آخری دن آپ کہیں ہمیں تو معلوم نہ تھا۔

یہودیوں' عیسائیوں کو دوست بناؤ

ہماری معاشرت' ہماری معیشت' ہماری ثقافت' ہماری سیاست سب کچھ یورپ اور امریکہ کے سانچے میں اسطرح ڈھل چکی ہے کہ اس میں سے نکلنا بادی النظر میں مشکل نظر آ رہا ہے۔ ہمارا ملک تو معیشت کے لحاظ سے زبوں حالی کا شکار ہے مگر وہ دو تین عرب ممالک جن کو اللہ تعالیٰ نے اسقدر دے رکھا ہے کہ ان کے پاس سنبھالنے کو رکھنے کو جگہ نہیں' انہوں نے سب یعنی ارب ہا ڈالر امریکہ کے بینکوں میں رکھ کر خود کو ان کا غلام بنالیا۔ اور مانیں یا نہ مانیں وہ ان کو آپس میں لڑا لڑا کر مفاد حاصل کر رہے ہیں' ۱۹۹۱ء میں عراق کی جنگ میں آپ نے سب دیکھا' ہمارا مقصد اس کی تفصیل میں جانا نہیں' مگر موضوع سخن کے ذیلی اثرات بتاتے ہیں' کہ اور یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست بناؤ تا کہ وہ آپ کے اندر گھس گھس کر آپ کا ستیاناس کریں' آپ ان کی تہذیب و ثقافت اختیار کریں' تا کہ آپ کی عورتیں بیٹے' بیٹیاں ان کے نقش قدم

پر چل کر یہ اللہ کو بھول جائیں اس کے پاک قرآن جس پر قرآن کریم نازل ہوا اس کی اتباع کرنی ترک کر دیں اور شتر بے مہار بن کر رہ جائیں اس ہی لئے قرآن پاک میں صاف صاف لکھا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود و النصری اولیاء بعضھم اولیآء بعض و من یتولھم منکم فانه منھم (المائدہ۔۵۱)

اے ایمان والو (مرد اور عورتیں دونوں مخاطب ہیں) یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست مت بنانا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے کوئی ان سے دوستی کرے گا وہ ان میں سے ہی شمار ہوگا۔

اخلاق سوز رُجحانات:

الفاروق رحمانی صاحب خدا ان کو جزائے خیر دے بڑی اچھی بات کہی تھی کہ غیر اسلامی انداز فکر ہماری نسلوں میں بری طرح پھیل رہا ہے اور ان کو تباہی کی طرف لے جا رہا ہے۔ اسلام دشمن عناصر اپنے ناپاک عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے سرگرم عمل ہیں جن کا اظہار فرقہ داریت امتیاز رنگ و نسل نظریاتی کشمکش اور لادینی نظریات پھیلانے کی ہر ممکن کوشش جاری ہے۔

نوجوان نسل ماں باپ کی لاپرواہی چشم پوشی مصروفیات اور ذرائع ابلاغ نشر و اشاعت سے ثقافت کے نام پر کثافت پھیلا کر نئی نسل کو گمراہ کرنے کی بھرپور کوششیں ہو رہی ہیں۔ ان مذموم ہتھکنڈوں کو استعمال کرنے والے وہ خفیہ ہاتھ ہیں جن کا واحد مقصد ''لانگ ٹرم پروگرام'' کے تحت نوجوانوں کی نفسیات کو ایک خاص ڈھب پر ڈھالنا ہے تاکہ جب وہ آئندہ چل کر زمام حکومت سنبھالیں تو ان سے اپنی مرضی کے مطابق کام لیا جا سکے۔ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ''فرائیڈ'' اور ''بینتھم'' کے نظریات کی تشریح بڑی شد و مد کے ساتھ کی جاتی ہے۔ تاکہ ان پر عمل پیرا کرا کے مادی فوائد حاصل ہوتے رہیں۔ اول الذکر میں جنسی آزادی کا حصول شامل ہے۔ موخر الذکر کے نظریئے کے مطابق ہر وہ کام جو مادی طور پر مفید ہے کرنے میں جائز ہو یا ناجائز۔ یعنی اس سے منطقی نتیجہ نکال کر منشیات کا استعمال فحش کاری الغرض ہر برائی پھیلا کر جو کمائی ہو سکتی ہے اس کو معاشرے کے لئے قابل قبول بنانے کا جواز مہیا کیا جا رہا ہے۔

''فرائیڈ'' کے نظریئے کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ تحریک کامیاب ہو رہی ہے کہ شادی سے پہلے ہی جنسی تجربات حاصل کر لینے چاہئیں پہلا نظریہ مادی فوائد کے لئے ذہنوں کو ہموار کرتا ہے تو دوسرا دولت اکٹھی کرنے کی تحریک پیدا کرتا ہے۔ ان نظریات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مغربی انداز فکر رکھنے والے طرح طرح کے حیلے بہانے بنا کر قوم کو ایسے کاموں میں لگانے لگے ہیں جن کو ضبط تحریر میں لانے سے قلم کو اُبکائی آتی ہے۔ ان لوگوں میں سے کچھ کا تعلق صحافت و رسائل سے بھی ہے جو فحش تصاویر مع رسائل کے سرورق اور مزید فحش اندر کے اوراق کی زینت بناتے ہیں۔ تاکہ مالی منفعت حاصل ہو

انہیں یہ نہیں معلوم کہ جلبِ زر کے لئے دوزخ کا ایندھن تیار کر رہے ہیں۔ دوسرے درجے پر ٹیلیویژن آتا ہے جہاں گمراہ کُن ناچ گانوں، ڈراموں اور خاکوں سے ایک گناہ اور سہی کے مصداق ناظرین کو دعوت دے دیتے ہیں۔ بازار میں فٹ پاتھ پر کتابوں کے ڈھیر میں ہاتھ ڈالئے ہیجان انگیز جنسی ناول، باتصویر عریاں دستاویزات عام مل جاتے ہیں، مسلمانوں کو اس ابتلاء میں سرتاپا پھنسانے کا منصوبہ اپنے عروج پر پہنچ چکا ہے، والدین اپنے بچوں کے ذہنی رجحانات کی پہلی جماعت سے مستقل نگرانی کریں، ان کے سامنے خود نمونہ بن کر دکھائیں۔ صبح بچہ جب ماں باپ کو نماز اور قرآن پڑھتا دیکھتا ہے تو اس کا رجحان اس طرف ہو جاتا ہے، اگر ماں باپ رات گئے تک ٹیلیویژن دیکھیں گے تو بچہ بھی جاگتا رہے گا اور صبح دس بجے سو کر اٹھیں گے تو بچہ بھی دس بجے سو کر اٹھے گا۔ مگر ہم بزعم خویش ان کو بتا دیں کہ دس برس بعد جب ان کی نسل کسی اور راستے پر چل رہی ہوگی۔ تب ان کو شدید پچھتانا پڑے کہ ہم نے پہلے ان باتوں پر عمل کیوں نہ کیا۔

دلفریب معاشرہ اور ہماری خواتین:

ہماری ایک عزیزہ مدتوں بعد (تیس سال کے قریب) امریکہ سے پاکستان اپنے اعزاء و اقرباء سے ملنے پاکستان آئیں تھیں، ان کے شوہر اور ایک بیٹا (شکر ہے بیٹی نہیں تھی) ملنے کے لئے ہمارے گھر بھی آئیں، ہم تو اس معاشرے سے پہلے ہی سے واقف تھے مگر ان کے اور ان کے بیٹے کے بقول

اگر فردوس بر روئے زمین است
امریکہ است ۔ امریکہ است و امریکہ است

مگر شوہر جو عمر کی پانچویں دہائی ختم کر چکے تھے امریکہ کی بود و باش سے سخت نالاں تھے، جو اپنے لڑکپن میں امریکہ جا پہنچے پچیس تیس سال وہاں رہے یہاں سے شادی کر کے لے گئے۔ ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اب واپسی کے لئے پاکستان مضطرب تھے مگر بیوی اور لڑکا واپسی کی سد راہ بن چکے تھے، خواتین سے معذرت کے ساتھ امریکہ جا کر رہ کر ساڑھے ننانوے فیصد خواتین اور چالیس سال سے کم لڑکے امریکہ کو چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتے۔ اس کے برعکس مرد جو وہاں بستے ہیں وہاں کے لیل و نہار دیکھ چکے ہوتے ہیں عمر کی پانچویں چھٹی دہائی کے بعد واپسی کے لئے سو فیصد تیار ہو جاتے ہیں۔

درحقیقت وہاں فرصت کے لمحات کم میسر آتے ہیں، آ بھی جاتے ہیں تو بیوی اور بچے ٹیلیوژن دیکھنے میں وقت صرف کرتے ہیں، ٹی وی کے اشتہارات میں ان گنت طریقوں سے خواتین کو ترغیب دی جاتی ہے کہ زندگی حسن اور دلکشی کا نام ہے، خوب تفریح کرو اور انہی مقاصد اور خواہشات کی تکمیل کے لئے زندگی گزارو۔ چنانچہ ''سمارٹ'' رہنا امریکہ میں گویا آئیڈیل تصور کیا جاتا ہے۔ اس کی بہت ساری تاویلیں بتائی، دکھائی جاتی ہیں کہ سمارٹ پن میں یہ خوبی ہے وہ خوبی ہے، طرح طرح سے مٹک مٹک کر جسم کے نشیب و فراز ناپے جاتے ہیں، ایک دبلی پتلی، عورت جو سمارٹ کہلاتی ہے جب وہ

لباس زیب تن کرتی ہے تو بظاہر اس کا ہر عضو نمایاں ہو جاتا ہے، گردن کے نچلے حصے سے لے کر چھاتیاں، کمر، کولہے، رانیں اور پنڈلیوں تک ہر عضو نمایاں ہو جاتا ہے، اور ناظرین سے داد و دہش وصول کرتا ہے، اور اسکی ذہینت، فطانت اسکی داد طلبی کے نیچے دم توڑ دیتی ہے۔ چنانچہ امریکہ میں بکثرت ایسی کتابیں اور لٹریچر ملتا ہے جس کے عنوان اس طرح ہوتے ہیں:

سیکس سمبل بننے کے طریقے، چال میں کمر اور کولہوں کا کردار، دوستیاں (بوائے فرینڈز) کس طرح بناتے ہیں، یہ کتابیں نوعمر بچیاں اور جوانی میں قدم رکھنے والی لڑکیاں ٹی وی پر اشتہارات دیکھ کر ٹوٹ ٹوٹ کر خریدتی ہیں۔ مائیں ان کی بک شیلف میں رکھی دیکھتی ہیں اور چشم پوشی کرتی ہیں۔

ہاں ایسی شکل صورت کی لڑکیاں بھی ہوتی ہیں (ہمارے پاکستان میں بھی ہیں) جو معاشرے میں نسبتاً کم تر یعنی نمبر دو ہوتی ہیں، آسانی سے آنکھیں مٹکانے اور کمر لچکا کر چلنے میں پیچھے رہ جاتی ہیں وہ امریکہ میں اونچی ایڑی کے جوتے پہنتی ہیں جوان کی چال میں تو دلکشی پیدا کر دیتی ہیں مگر چلن اور اطوار میں بد چلنی اور بد اطواری پیدا کرنے میں کوشاں رہتی ہیں، الغرض امریکہ میں عورت کا وجود عیش و تفریح کا باعث بنا رہتا ہے۔ وہاں ہر چیز کی ایک قیمت ہوتی ہے اور عورت جو اس ماحول کی دالدادہ ہوتی ہے خوب استعمال ہوتی ہے۔

<u>سیر و تفریح مقصد حیات:</u>

بات یہ ہے کہ یورپ سے امریکہ تک لوگوں میں مسلمان بھی ملیں گے وہ مسلمان خواہ وہاں کے معاشرے، فکر و تہذیب سے متاثر نہ بھی ہوں تب بھی اسلام کا محض ایک رسمی اور سرسری سا تصور ان کی سوچ میں نظر آتا ہے مگر صاف محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اسلام کو شعوری طور پر نہیں سمجھا، نہ اس پر عمل کرتے ہیں، اور نہ وہ لوگ سنجیدہ ہیں اور جو کچھ وہ کہتے اور کرتے ہیں محض زبانی جمع خرچ ہے اسلام وہاں زندگی گزارنے والوں کے قلب و ذہن تک نہیں اترا، واشنگٹن میں ایک دوست کے ساتھ شام کے کھانے میں ہوٹل گئے۔ ''بفے'' کا انتظام تھا ''پورک'' (سور کا گوشت) بھی تھا، وہ انہوں نے نہیں لیا۔ مجھ سے بولے ڈاکٹر صاحب پورک حرام ہے، مگر ''بیئر'' خوب پی، میں نے ٹوکا بھی، کہنے لگے ''بھائی اس کو پئے بغیر سکون نہیں آتا، اسلام تو دقیانوسی تصورات کا حامل نہیں بلکہ ہر نوع کی ترقیات کا حامل ہے'' ہم شکل دیکھتے رہ گئے۔

اگلی جمعہ ہم سے نہ رہا گیا اور جب وہ ملے تو ان کو سمجھایا کہ بھائی اسلام تو جدید ترین ہر مثبت ترقی کا محافظ و ضامن ہے اور فطری دین ہے جو عریانی، فحاشی، شراب نوشی، ریاکاری سے اجتناب سکھاتا ہے، مگر آپ کو حصول معاش کی تگ و دو میں اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھنا ضرور ہوگا۔ اور ذاتی پسند اور ناپسند پر دینی تعلیمات کو ترجیح دینی ہوگی، جوا، شراب جس کو واضح الفاظ میں قرآن منع کرتا ہے چھوڑنا ہوگا۔ خواتین کو بے پردہ، بے حجاب دکانوں، سٹوروں، ہوٹلوں، فیکٹریوں میں ملازمتوں سے اجتناب کرنا ہوگا۔ کیا یہ ضروری ہے شوہر، بیوی، لڑکے، لڑکیاں سب نوکری کریں، صرف اس لئے کہ

یہاں کے سٹینڈرڈ کے مطابق زندگی گزاریں۔ شوہر کی جو کمائی ہے اس میں فیملی گزار کر سکتی ہے۔ ملازمت کی عورت کو جب اجازت ہے جب شوہر نہ ہو مگر وہ بھی حجاب کے اندر ملازمت کر سکتی ہے ورنہ وہ گھر کے اندر رہے وہ گردن جھکائے سنتے رہے' اور بولے میں اگر شراب چھوڑ بھی دوں تو پچھلے گناہوں کا کیا کروں' ہم نے ان کو بتایا "دیکھو! اب چھوڑ کر مالک الملک سے معافی مانگ لو۔ مگر سچے دل سے' وہ بہت معاف کرنے والا ہے' وہ تو سب گناہوں کو معاف کر سکتا ہے' قرآن کہتا ہے کہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً

ترجمہ: اللہ تمام (گزشتہ) گناہوں کو معاف فرمادے گا۔

اگر ہم نے مسلمان کی حیثیت سے زندگی کا یہ انداز اختیار کر لیا تو ہم انشاء اللہ قرآن پاک کی خوش خبریوں کا مصداق بن جائیں گے جو قرآن اس طرح بیان کرتا ہے:

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین

ترجمہ: جو لوگ ہمارے مقاصد کی خاطر جدوجہد کریں گے ہم انہیں اپنا راستہ دکھادیں گے' اور یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (العنکبوت۔۶۹)

وان لیس للانسان الا ماسعیٰ

ترجمہ: اور انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ النجم۔۳۹)

مسلمان لڑکی' غیر مسلم لڑکا:

برمنگھم میں قیام کے دوران ملتان کے برخوردار جس نے چھتیس سال پہلے انگلینڈ ہجرت کر لی تھی۔ شادی بھی ایک مسلمان عورت سے کر لی تھی' (نام ہم لکھنا نہیں چاہتے) جب ہم نے اس کے ہاں چند دن قیام کیا تو اس کی صرف ایک اٹھارہ سالہ بیٹی تھی' ساری فیملی پریشان' حیران' مصروف اپنی ڈیوٹی' بیوی کی ڈیوٹی' بیٹی کی ڈیوٹی۔ گھر میں خوشحالی اور آسودگی بہت تھی۔ مگر مسکراہٹ کسی کے چہرے پر نہ تھی' تھی تو بناوٹی' ایک دن انہوں نے کہہ ہی دیا کہ بیٹی کی طرف سے بہت پریشاں ہیں۔ ویسے تو تابعدار ہے مگر یہاں کے ماحول سے تباہ ہوگئی۔ اس کو سمجھایئے (یہ تمام باتیں تو لفظ بہ لفظ ہمیں یاد نہیں مگر گفتگو کا نچوڑ لکھ رہے ہیں)

یہ کام میرے لئے اس لئے مشکل تھا کہ چند دن وہاں قیام میں اس لڑکی سے کیسے 'فری' ہوجاتا' جو ڈیوٹی کے بعد اپنے کمرے میں بند رہتی۔ بہر حال ایک دن گھر پر کوئی نہیں تھا' سو کر اٹھی تو کافی بنا کر لاؤنج میں آ بیٹھی' جہاں میں بیٹھا تھا' میں نے یونہی سرسری ساذکر چھیڑ دیا (باتیں انگریزی میں زیادہ اور اردو میں کم ہوئیں) بس جی! وہ تو پھٹ پڑی۔ بولی۔ انکل بس! میرے ماں باپ پاکستان میں پیدا ہوئے اور میں انگلینڈ میں۔ مجھے معلوم ہے کہ پاکستان بہت (Poor)

غریب اور (Back ward) پسماندہ ملک ہے۔ مگر میری تعلیم انگلینڈ میں ہوئی جس کے نتیجہ میں بہت سارے غیر مسلم لڑکے اور لڑکیاں میرے دوست بن گئے۔ ہم نے کچھ ماں باپ سے نماز' روزہ' قرآن سیکھا' اور یہ کتاب بھی ہمارے گھر میں ہے۔ ایسے اور بھی مسلمان لڑکیاں میری دوست ہیں جنکے (Husband) شوہر نان مسلم ہیں۔ مگر میرے ماں باپ چاہتے ہیں کہ میں ان کی پسند کی شادی کروں۔ اپنی پسند کی نہ کروں' میرے فادر نے بھی میری Mother (ماں) سے اپنی پسند کی شادی کی تھی' میری سہیلیوں میں سے ایک نے پچھلے سال ایک یہودی لڑکے سے شادی کی اب مجھے کرسچن لڑکے سے شادی نہ کرنے کو سارا گھر میرے پیچھے ہے اور اب میں ماں باپ کے خلاف نہیں ہوں۔ انہوں نے میری شادی کا کبھی ذکر بھی نہیں کیا۔ اب کہتے ہیں یہ مت کرو' وہ مت کرو' کہنے لگی انکل آپ بتائیں کیا اسلام یہ کہتا ہے کہ لڑکی کی شادی زبردستی کردو۔ جس کے ساتھ عمر گزارنی ہے اس سے پوچھا بھی نہ جائے۔ پاکستانی جیسے ''بیک وارڈ'' کنٹری میں ایسا ہوسکتا ہے' مگر یہاں ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ بات اخلاقی اقدار کے خلاف ہے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے Islamic Law (اسلامک لا) کے بھی منافی ہے۔

یہ گفتگو یک طرفہ ہم خموش سنتے رہے جب وہ ذرا رُکی تو ہم بولے:

''دیکھو بیٹی! تم مسلمان ہو' تمہارے ماں باپ الحمدللہ مسلمان ہیں' تمہارے والد روزگار کی تلاش میں یہاں آبسے''

''جی مجھے معلوم ہے وہ اپنی بیمار ماں کو بہن کے گھر چھوڑ کر یہاں آگئے تھے وہ ان کے غم میں مرگئی'' مجھے کاٹتے ہوئے بولی۔ ''خیر مجھے نہیں معلوم'' ہم نے بات جاری رکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ ''بیٹی۔ اس وقت تمہارے باپ کو ادراک نہ تھا کہ جب بچے ہوں گے تو یہاں کی تعلیم وتربیت اس معاشرے میں ہوش سنبھالنے کی وجہ سے ان کے بچوں کے اندازفکر بدل جائیں گے۔ مگر آپ کے والد یہ بخوبی جانتے ہیں کہ ایک مسلمان عورت ایک غیر مسلم سے شادی نہیں کرسکتی۔ آپ غیر مسلم سے شادی کریں گی تو اس کا مطلب ہمارے مذہب میں یہ ہوگا کہ آپ نے ایک شخص سے ناجائز تعلقات کر لئے ہیں۔ میرے خیال میں یہ مسئلہ دونسلوں کے درمیان زیادہ ''جنریشن گیپ'' کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور ابلاغ کے فقدان نے اس مسئلہ کو اور زیادہ پیچیدہ بنادیا ہے' اس کا حل یہ ہے کہ کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے سے پہلے ایک دوسرے کے موقف کو اچھی طرح سوچ لیا جائے اور سمجھ لیا جائے''

وہ چپ بیٹھی سنتی رہی' یک لخت بولی ''آپ کیا کہہ رہے ہیں' شادی کے معاملے میں کوئی قانون مرد عورت کو نہیں روک سکتا' جبکہ وہ آپس میں راضی ہوں'' ''دیکھو بیٹی۔ اسلام مرد اور عورت کی پسند پر انکار نہیں کرتا' مگر بین المذہب شادی کی اجازت نہایت صاف طور پر دیتا ہے کہ مسلمان عورت کسی غیر مسلم مرد سے شادی نہیں کرسکتی'' ہاتھ کے اشارے سے کو خموش کرتے ہوئے ہم نے کہا ''اس کی وجہ یہ ہے کہ شادی کے بعد شوہر کا کردار سرپرست کا ہوتا ہے۔ وہ

خاندان کا سربراہ کہلاتا ہے‘ اسلام کسی غیر مسلم مرد کو کسی مسلمان عورت اور اس کے گھر کا سربراہ ہونے کی اجازت نہیں دیتا‘ آپ کہہ سکتی ہیں کہ مرد نے وعدہ کرلیا وہ آپ کے مذہبی معاملات میں دخل نہیں دے گا۔ آپ کو مذہبی آزادی دے گا۔ ممکن ہے درست ہو‘ مگر اولاد کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جو ماں باپ کی سرپرستی میں پرورش پائے گی۔ اور مسجد میں کبھی نہیں جائے گی کیونکہ باپ نہیں جائے گا۔‘‘

آپ کہ سکتی ہیں کہ شوہر وسیع الذہن ہے وہ کہتا ہے کہ وہ بچوں کو مکمل آزادی دے گا جو مذہب چاہیں اختیار کریں آپ خیال کریں آپ مسلمان ماں باپ کی بیٹی ہیں جو ایک غیر مسلم سے شادی پر بضد ہیں تو اولاد کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ ایک غیر مسلم باپ کی سرپرستی میں اسلام کے دائرے میں رہ جائیں گے۔ یہ بات سمجھ لو کہ ہمارا مذہب محض چند رسومات اور عبادات کا مجموعہ نہیں ہے‘ یہ زندگی کا ایک بھرپور نظام ہے‘ اسلام زندگی کے ہر شعبہ اور ہر سرگرمی سے تعلق رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اپنے پیروکاروں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اسے شعوری طور پر اختیار کریں‘ صرف اس لئے نہیں کہ وہ ایک مسلم گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدین کا یہ رویہ نہ تو غیر معقول ہے نہ تشدد آمیز۔ والدین کے نقطہ نظر سے آپ معاملے کی تہہ تک پہنچیں اور آخری بات آپ کی شادی کسی غیر مسلم مرد سے ناقابل قبول ہے۔ یہ تعلق اسلامی نقطہ نگاہ سے ناجائز تعلق ہوگا۔‘‘ میں نے ابھی بات بھی ختم نہیں کی تھی کہ لڑکی زور سے میز پر مکہ مار کر اٹھ کھڑی ہوئی اور زور سے ’’او نو‘‘ (یعنی ہرگز نہیں) کہتے ہوئے اپنے کمرے میں گھس گئی اور دروازہ دھڑ سے بند کرلیا۔ اس ہی شام لڑکی کے باپ کی واپسی سے پہلے ہم نے گھر چھوڑ دیا۔ یہ تھی ایک تصویر‘ وہاں کے دردناک مناظر کی!

اسلام کا نظام اکل و شرب و فلسفہ حلال و حرام

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

امام ترمذی کی جامع السنن یعنی ترمذی شریف کے ابواب الاطعمۃ والاشربۃ کی نہایت موثر‘ دلنشین شرح‘ جدید عصری معلومات کی روشنی میں اسلام کے نظام اکل و شرب کے منفرد خصوصیات اور اسلام کے فلسفہ حلال و حرام پر اچھوتے انداز میں بحث۔

قیمت ۔/۲۰۰ روپے

ضبط و ترتیب : مولانا مفتی مختار اللہ حقانی صفحات: ۴۵۰

ضیاءالدین لاہوری

سرسید مفتی عتیق الرحمان عثمانی کی نظر میں

دار العلوم دیو بند کے مجلّہ کا ایک پرانا شمارہ فروری 1979ء مطالعہ میں آیا۔ اس میں مفتی عتیق الرحمان عثمانی صاحب کا ایک مضمون ''سرسید میری نظر میں'' پڑھا تو صاحبِ مضمون کے ایک عجیب انکشاف پر چونک پڑا۔ جہاں تک نفسِ مضمون کا تعلق ہے اس میں مفتی صاحب سرسیدی حضرات سے بھی کئی قدم آگے دکھائی دے رہے ہیں کیونکہ انہوں نے وقت کے حالات کو جواز بنا کر سرسید کے دینی خیالات کا نہایت دلفریب انداز میں بھرپور دفاع کیا ہے' ان کی بیان کردہ بہت سی باتیں غیر مصدقہ ہی نہیں بلکہ دلائل سے غلط ثابت ہوتی ہیں۔ نمونے کے طور پر ان کی سرسید کے متعلق مندرجہ ذیل چند سطور پر غور فرمائیں کہ ان میں محض سرسید کی شان بلند کرنے کے لئے کسی قدر گھپلے ہوئے ہیں:

''ان کے اعلیٰ کردار کے ثبوت کے لئے ایک ہی مثال کافی ہے کہ کالج کے قیام کے زمانے میں انہوں نے اپنے سفر وغیرہ کے لئے جو رقوم کالج فنڈ سے لی تھیں' اپنے لڑکے سید محمود کی ملازمت کے بعد ان کا پیسہ پیسہ کالج کو واپس کر دیا۔ میں تو ان کے کردار کی اس بلندی پر سر دھنتا ہوں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں اپنی انقلابی تعلیمی تحریک کو ذاتی منفعت کے لئے کبھی استعمال نہیں کیا۔ ان کا انتقال ایک دوست کے دکان میں ہوا اور ان کی تجہیز و تکفین دوستوں کے روپے سے ہوئی۔ واللھم اغفرہ۔ سرسید کی اسلامی حمیت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ جب ایک انگریز نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر ایک کتاب لکھی اور حضورؐ کی ذات پر ناروا حملے کئے تو اس کو دیکھ کر تڑپ اٹھے اور اس کے جواب میں ایک کتاب لکھی اور اپنا مکان فروخت کر کے اس کتاب کو طبع فرمایا''(۱)

راقم کو سرسید کے اعلیٰ کردار کی نفی کرنا مقصود نہیں بلکہ اس امر سے اختلاف ہے کہ کردار کی بلندی ظاہر کرنے کے لئے گھڑے گئے واقعات کا سہارا لیا جائے۔ سید محمود کی ملازمت کے بعد کالج کیلئے کئے گئے سفر کے اخراجات کی رقوم واپس کرنے کے معاملے کا سرے ہی سے وجود نہیں۔ اس کی تردید خود سرسید کے درج ذیل الفاظ سے ہوتی ہے جنہیں ان کے مستند ترین تسلیم کئے جانے والے سوانح نگار الطاف حسین حالی نے ان کی سوانح ''حیات جاوید'' میں درج کیا ہے۔

''مدرسہ چلے یا نہ چلے مگر میں اسی حالت میں مدرسہ کے لئے سفر کر سکتا ہوں جب سفر کے کل اخراجات

اپنے پاس سے اٹھا سکوں'' (۲)

سرسید کی وفات کے ضمن میں مفتی صاحب نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ اپنی ''انقلابی تعلیمی تحریک'' کو ذاتی منفعت کے لئے استعمال نہ کرنے کے سبب انتقال کے وقت سرسید کے ترکے میں اتنی بھی رقم نہ تھی کہ ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام ہو سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اس قدر قلاش تو نہیں ہو چکے تھے۔ وہ گورنمنٹ برطانیہ کے دہرے پنشنر تھے' ایک ملازمت کی پنشن جس کے حقدار وہ انتقال سے بائیس برس پیشتر 1876ء میں قرار پائے (۳) اور دوسری پنشن جنگ آزادی کے دوران انگریز آقاؤں کی خدمات انجام دینے کے عوض جس کا ذکر خود سرسید نے ان الفاظ میں کیا ہے:

'' اس کے عوض میں سرکار نے میری بڑی قدر دانی کی' عہدہ صدر الصدوری پر ترقی کی اور علاوہ اسکے دو سو روپیہ ماہواری پنشن مجھ کو اور میرے بڑے بیٹے کو عنایت فرمائے اور خلعت پانچ پارچہ اور تین رقم جواہر' ایک شمشیر عمدہ قیمتی ہزار روپیہ کا اور ہزار روپیہ نقد واسطے مد خرچ کے مرحمت فرمایا'' (۴)

ان کا مسلسل ذریعہ آمدن دونوں پنشنیں تھیں' صرف موخر الذکر پنشن کی رقم کی تعداد کا اس زمانے کے حساب سے تعین کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دو سو روپیہ ماہوار کس قدر امیرانہ پنشن تھی' مفتی صاحب کو چاہیے تھا کہ سرسید کے انتقال کے واقعے کو غیر حقیقی رنگ نہ دیتے بلکہ اس کا اصل پس منظر بیان کرتے' آخر کیا وجہ تھی کہ اتنے لائق و فائق فرزندِ ارجمند سید محمود کی موجودگی کے سرسید کا انتقال ایک دوست کے مکان میں ہوا اور ان کی تجہیز و تکفین دوستوں کے روپے سے ہوئی؟ وہ سید محمود جنہیں اپنی جگہ علی گڑھ کالج کا وارث بنانے کے لئے سرسید نے اپنے مخلص ترین رفیقوں سے اس قدر لڑائی مول لی کہ ان لوگوں کو کالج کی ترقی کی جدوجہد سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ سرسید کے بہت بڑے معتقد مولوی عبدالحق ان کے آخری ایام کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں:

'' کثرت شراب نوشی نے سید محمود کا دماغ مختل کر دیا تھا اور وہ عالمِ دیوانگی میں ایسی حرکات کر بیٹھتے تھے جو کسی عنوان قابل برداشت نہیں ہو سکتی تھیں' سرسید کو ناچار وہ گھر چھوڑنا پڑا جہاں وہ تیس سال سے مسلسل رات دن کام کرتے رہے تھے' اور ایک غیر گھر میں جا کر پناہ لینی پڑی'' (۵)

میر ولایت حسین سرسید کے اپنے دوست کے گھر پہنچنے پر ان کے خدمتگاروں کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

'' جس وقت سید صاحب کوٹھی پر پہنچے تو سید صاحب نے ایک آہ کھینچی اور کہا کہ ہائے افسوس' ہم کو کیا معلوم تھا کہ سید محمود آخر عمر میں ہم کو گھر سے نکال دیں گے ورنہ کیا ہم اس قابل نہ تھے کہ اپنے لئے ایک جھونپڑا بنا لیتے'' (۶)

ان حالات میں کہ سرسید کی وفات ایک غیر گھر میں ہوئی جبکہ ان کے واحد وارث ان سے لاتعلق ہو چکے تھے ان کی تجہیز و تکفین دوستوں کے روپے ہی سے ہونا تھی' مفتی صاحب نے اس واقعے کو اور ہی رنگ دے کر اسے سرسید

کی ذاتی منفعت سے بریت کے کھاتے میں ڈال دیا۔ اسی طرح سر ولیم میور کی کتاب کے رد میں اپنی کتاب طبع کروانے میں مفتی صاحب سرسید کی قربانی یہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ''اپنا مکان فروخت کر کے اس کتاب کو طبع کرایا'' صحیح صورتحال کے لئے ہم الطاف حسین حالی سے رجوع کرتے ہیں:

''سرسید ولایت میں خطبات احمدیہ لکھ رہے تھے اور سید مہدی علی ہندوستان میں اس کے لئے میٹریل بھیجتے تھے' وہ ولایت میں اس کو چھپوا رہے تھے اور یہ ہندوستان میں اس کی چھپائی کے لئے چندہ وصول کر کر کے روزانہ کرتے تھے'' (۷)

خدا جانے مفتی صاحب نے یہ نئی دریافت کہاں سے کی کہ سرسید نے کتاب چھپوانے کے لئے اپنا مکان بیچ دیا ان کے بیان کردہ دیگر نکات پر بھی بحث کی بہت گنجائش ہے مگر اس سے گریز کرتے ہوئے ان کے مضمون میں درج دو واقعات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو بیان کنندگان کی تفصیلات کی روشنی میں من گھڑت ثابت ہوتے ہیں۔ ایک واقعے کو یوں بیان کیا گیا ہے:

صوبہ سرحد سے ایک پٹھان ان کے پاس ان کے مذہبی خیالات معلوم کرنے کے لئے آئے۔ سرسید نے ان سے گفتگو شروع کی ہی تھی کہ ایک جدید تعلیم یافتہ مسلمان بھی آ گئے۔ سرسید نے فوراً کہا'' لیجئے' یہ آ گئے ہیں' آپ ان کو مطمئن کر دیجئے'' جب وہ نو جوان رخصت ہو گیا تو سرسید نے کہا ''جو عقائد آپ کے ہیں' وہی میرے بھی ہیں لیکن میرے سامنے یہ سوال ہے کہ اس دور کے تعلیم یافتہ مسلمان کو اسلام سے کیسے وابستہ رکھا جائے'' سرحدی پٹھان یہ سن کر خاموش ہو گیا اور کہنے لگا'' میں آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا تھا اور اب میں آپ کا ہمنوا بن کر لوٹ رہا ہوں'' (۸)

نہایت ہی مختصر طور پر بیان کردہ یہ واقعہ اس سے قبل ''برہان'' دہلی کے شمارہ ۱۹۶۶ء میں ''سرسید احمد اور دیو بند'' کے عنوان سے بالتفصیل شائع ہو چکا ہے۔ مفتی صاحب محض یادداشت کے زور پر بیان کرتے ہوئے کچھ گڑبڑ کر گئے۔ یہ پٹھان نوجوان' جسے تفصیلی واقعے میں ملا دوست محمد قندھاری بتایا گیا ہے' سرسید کے پاس صوبہ سرحد سے ان کے خیالات معلوم کرنے نہیں آیا تھا بلکہ دیو بند سے فارغ التحصیل ہو کر وہیں سے بقول خود ''ایک مضبوط لکڑی ہاتھ میں لے کر سرسید کا سر پھوڑنے کی غرض سے ''علی گڑھ گیا تھا' قتل کرنے کی نیت سے نہیں' اصل واقعے میں بیان کردہ اہم نکتہ یہ ہے کہ اس سے قبل اس نے مولانا محمد قاسم نانوتوی سے سرسید کے خلاف اسلام عقائد کی نشان دہی کروائی تھی۔ راقم الحروف ''الحق'' اکوڑہ خٹک کے شمارہ مارچ اپریل ۱۹۹۶ء میں اس واقعے کے مندرجات کو دلائل کی رو سے غلط ثابت کر چکا ہے۔

دوسرا واقعہ جس نے مجھے اصل میں چونکایا اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

'' سرسید کے عقائد کی صحیح یا غلط شہرت کی وجہ سے مذہبی طبقہ ان سے سخت برہم تھا۔ اسیر شاہ خان کٹر قسم کے

مذہبی نوجوان تھے اور دینی جذبات سے سرشار رہتے تھے۔ انہوں نے موقع پا کر اپنے پیرومرشد حضرت (مولانا محمد قاسم) نانوتویؒ سے کہا ''حضرت! آپ اجازت دیں تو سرسید کا کام تمام کردوں''۔ مولانا نے فرمایا ''ابھی ٹھہرو، عالم ربانی سے مشورہ کرلوں''۔ عالم ربانی سے مراد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ تھے۔ مولانا نے ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے سختی سے منع کردیا۔''(۹)

اس واقعے کی رو سے اکابرین دارالعلوم دیوبند کی بالواسطہ طور پر قاتلوں کا ایسا گروہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے جنہیں موجودہ زمانہ کی اصطلاح میں دہشت گرد کہا جاتا ہے۔

اس واقعے کی جزئیات پر غور فرمایئے' امیر شاہ خان نوجوان اپنے ''پیرومرشد'' سے سرسید کو قتل کرنے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ روحانی پیشوا سے اس قسم کی گفتگو سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ان کی تربیت اس طرح کی گئی تھی کہ مذہبی اختلافات پر قتل کرنا اور کروانا ان لوگوں کا معمول تھا ورنہ مولانا نانوتوی مبینہ طور پر یہ نہ کہتے ''ابھی ٹھہرو، عالم ربانی سے مشورہ کرلوں'' بلکہ اپنے مرید کو فوری طور پر ایسے ناجائز فعل سے باز رہنے کی تلقین کرتے۔ اس فقرے میں یہ تاثر بھی پایا جاتا ہے کہ بعض معاملات میں مولانا رشید احمد گنگوہی سے مشاورت بھی کی جاتی تھی اور سرسید کے معاملے میں شاید اس وجہ سے اجازت نہ دی گئی کہ ان کو قتل کرنے سے حکومتی سطح پر زبردست ردعمل کا خدشہ تھا۔

متذکرہ بالا تاثرات کی روشنی میں سوچنے کا مقام ہے کہ اس خودساختہ واقعہ کو بیان کرکے اکابرین دیوبند کو کس قماش کے مذھبی و روحانی پیشوا ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے؟

کتابیات

۱۔ ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند' فروری ۱۹۷۹ء ص ۲۶۔۲۷

۲۔ حیات جاوید مولف الطاف حسین حالی' مطبوعہ نامی پریس کان پور (۱۹۰۱ء) حصہ اول ص ۲۰۵

۳۔ مکمل مجموعہ لکچرز سرسید' مطبوعہ مصطفائی پریس لاہور (۱۹۰۰ء) ص ۴۰۵

۴۔ لائل محمڈنز آف انڈیا' مرتبہ سرسید احمد خان مطبوعہ مفصلائٹ پریس آگرہ (۱۸۶۰ء) حصہ اول' ص ۱۷

۵۔ سرسید احمد خان' حالات وافکار مولف مولوی عبدالحق مبوعہ انجمن ترقی اردو کراچی (۱۹۷۵ء) ص ۸۵

۶۔ میرے پچاس سال علی گڑھ میں (میر ولایت حسین) مطبوعہ کراچی' ص ۱۵۶

۷۔ حیات جاوید (محور بالا)' حصہ دوئم' ص ۳۱۹

۸. ماہنامہ ''دارالعلوم'' محور بالا' ص ۲۷۔

۹. ماہنامہ ''دارالعلوم'' محور بالا' ص ۲۷

بحث ونظر

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی *

قسط (۲)

عصر حاضر میں ثمن عرفی کیلئے معیار نصاب سونا ہے یا چاندی؟

۳۔ عن انسؓ قال ولانی عمر بن الخطاب الصدقات فامرنی ان آخذ من کل عشرین دینار نصف و ماز اد فبلغ اربعة دنانیر ففیه درھم و ان آخذ من مائتی درھم خمسة دراھم فماز اد فبلغ اربعین درھماً ففیه درھم. (کتاب الاموال لابی عبید . ص ۴۲۲ رقم ۱۱۶۷)

ترجمہ:- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھے صدقات لینے پر مامور کیا اور مجھے حکم دیا کہ میں ہر بیس دینار میں سے نصف دینار وصول کروں اور جب مزید چار دینار ہو جائیں تو ایک درھم ۔ اور دوسو درھم میں پانچ درہم وصول کروں اور جب مزید چالیس درہم ہو جائیں تو اس میں ایک درہم۔

بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے: لیس فیما دون خمس اوقیة من الورق صدقة

ترجمہ: کہ چاندی کے پانچ اوقیہ سے کم میں کوئی صدقہ نہیں اوقیہ چاندی کے اس روپیہ (سکے) کو کہا جاتا ہے جو حکومت سے منظور شدہ ہو بغیر ضرب (مہر) والے کو اوقیہ نہیں کہا جاتا اور ایک اوقیہ چالیس درھم کے مجموع کو کہا جاتا ہے تو اس طرح ۴۰ × ۵ = ۲۰۰ دراھم بن جاتے ہیں لہذا چاندی کا نصاب قرآن وسنت کی صریح روایات اور اجماع کے مطابق ۲۰۰ دراھم ہیں۔ لہذا جب کسی کے پاس ۲۰۰ درھم موجودہ حساب کے مطابق ساڑھے باون تولہ چاندی جمع ہو اور اس پر سال گذر جائے تو اس میں ۵ درھم زکوۃ دینا لازم ہے۔

سونے کے نصاب کے بارے میں مذاہب

ان روایات کے پیش نظر سونے کا نصاب جمہور فقہاء ومحدثین کے نزدیک بیس مثقال یعنی بیس دینار ہیں۔ امام حسن بصریؒ سے ایک روایت چالیس دینار کی بھی مروی ہے اوران روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سونے کا نصاب ذاتی ہے جو کسی دوسرے نصاب کے تابع نہیں ۔ یہ جمہور کی رائے ہے البتہ امام طاؤسؒ اس بارے میں جمہور علماء کیساتھ اختلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں سونا چاندی کا تابع ہے یعنی سونے کے نصاب میں چاندی کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

---

* مفتی ومدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

لہذا جب سونے کی قیمت دوسو دراھم کو پہنچ جائے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ (نیل الاوطار ۴/۱۳۱)

سونے کا مستقل نصاب ہے

مگر حقیقت یہ ہے کہ سونے کا نصاب مستقل ہے جمہور کی رائے (کہ سونے کا نصاب ذاتی ہے) کی تائید گزشتہ روایات سے بھی ہوتی ہے اور اس کے علاوہ امام ابوعبیدہ کی روایت کردہ حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

عن محمد بن عبدالرحمان الانصاری وهو تابعی ان فی کتاب رسول الله ﷺ و فی کتاب عمر فی الصدقة ان الذهب لا یوخذ منه شئی حتی یبلغ عشرین دینارا فاذا بلغ عشرین دینارا ففیه نصف دینار۔ (فقه الزکاة ۱/۲۵۰)

ترجمہ: محمد بن عبدالرحمان انصاری جن کا شمار جلیل القدر تابعین میں ہوتا ہے۔فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عمرؓ کے مکاتیب میں جو زکاۃ کے بارے میں ہے' لکھا ہوا ہے کہ سونے سے اسوقت تک زکاۃ وصول نہ کی جائے جبتک وہ بیس دینار تک نہ پہنچے اور جب بیس دینار ہو جائے تو نصف دینار زکوٰۃ میں دینا لازم ہو جائے گا۔اسکے علاوہ بہت ساری احادیث اور آثار صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ سونے اور چاندی کے مقادیر منقولی ہیں کوئی کسی کا تابع نہیں اور اسی پر امت کا عملی اجماع ہے۔چنانچہ علامہ یوسف قرضاوی لکھتے ہیں

وعلی هذا التقدیر استقر الامر و استمر العمل بعد الخلیفة الراشد عمر بن عبدالعزیز و لم یحک بعد ذلک خلاف یذکر حتی حکی الائمة الاجماع العملی علی هذا التقدیر۔ (فقه الزکاة ۱/۲۵۰)

ترجمہ: انہی مقادیر پر فیصلہ تھا اور خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد بھی اسی پر عمل ہوتا رہا کسی سے بھی کوئی خلاف منقول نہیں ہے بلکہ ائمہ کرام کا اسی پر اجماع عملی منعقد ہونا منقول ہے۔

امام مالکؒ کی رائے بھی جمہور کے مطابق ہے کہ سونے چاندی پر دونوں کا نصاب مستقل ہے کوئی کسی کا تابع نہیں انہوں نے تو اپنی رائے کی تائید کے لئے بطور دلیل اہل مدینہ کا تعامل پیش کیا ہے اس لئے ان کے ہاں اہل مدینہ کا تعامل ایک دلیل شرعی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

السنة التی لا اختلاف فیها عندنا ان الزکاة تجب فی عشرین دینار عندنا کما تجب فی مائتی دراهم (موطا امام مالک ۲۴۶' باب الزکاۃ فی العین والورق)

ترجمہ: وہ طریقے جس میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں یہ ہے کہ سونے کے بیس دینار میں ہی زکوٰۃ واجب ہے۔جس طرح دوسو دراھم میں واجب ہوتی ہے۔

اسی طرح علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں۔

اجمع اهل العلم علی ان فی مائتی درهم خمسة دراهم و علی ان

الذهب اذا كان عشرين مثقالا و قيمته ماتادرهم ان الزكاة تجب فيه الاما اختلف فيه عن الحسن۔ و قال عامة الفقهاء نصاب الذهب عشرون مثقالا من غير اعتبار قيمتها۔ (المغنی ۳/۰۶)

ترجمہ: اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ چاندی کے دوسو دراہم اور سونے کے بیس مثقال جن کی قیمت دو دراہم ہے میں زکوٰۃ واجب ہے۔ عام فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ سونے کا نصاب بغیر چاندی کی قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے بیس مثقال ہے۔

گویا جمہور الفقہاء کے نزدیک دونوں نصابوں کو مستقل اور مساوی حیثیت حاصل ہے۔ کوئی بھی دوسرے کے لئے معیار نہیں اور جہاں تک بعض علماء کی رائے کا تعلق ہے کہ چاندی سونے کے لئے بھی معیار ہے تو وہ شاذ اور مرجوح قول ہے۔ اور فقہ اسلامی میں شاذ قول کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا لہذا جس شخص کے پاس ۱/۲ ۵۲ تولہ چاندی یا ۱/۲ ۷ سونا موجود ہو اس پر سال گزر جانے کے بعد زکوٰۃ واجب ہے۔

جملہ نصابات باعتبار مالیت ایک ہے:

اسلام کے نظام زکاۃ میں اگرچہ مختلف اشیاء کے مختلف نصابات مقرر ہیں جو اشیاء جنسیت کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ مثلاً سونے کا نصاب الگ 'چاندی کا الگ' گائے' بھینس کا الگ اور بھیڑ' بکریوں کا الگ ابتداء اسلام میں ان سب کی قیمت اور مالیت میں یکسانیت پائی جاتی تھی۔ مثلاً اونٹوں کا نصاب لیا جائے' عرب معاشرہ میں اونٹوں کا کثرت سے رواج تھا' عرب لوگ اونٹوں سے مالی 'تجارتی اور دیگر فوائد حاصل کیا کرتے تھے' اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان میں زکوٰۃ کی فرضیت کے لئے الگ نصاب مقرر کر کے فرمایا:

لا زكوة في اقل من خمس من الابل (الجامع الصحیح للبخاری ۱/۲۰۱)

''کہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں''

اسی طرح حضور ﷺ نے حضرت سالمؓ کو ایک مکتوب ارسال فرمایا تھا جس میں اونٹوں کے نصاب کے متعلق درج تھا:

و في خمس من الابل شاة (ابن ماجہ ص ۱۲) کہ پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہے' اونٹوں کا یہ نصاب اس زمانہ میں ۲۰۰ دراھم کے برابر تھا مشہور حنفی عالم دین علامہ سرخسی فرماتے ہیں وفي ذلك الوقت وبنت المخاض باربعين درهما فايجاب الزكاة في خمس من الابل كايجاب الزكاة في مائتي درهم و ان ادنى الاسباب التي تجب فيها الزكاة من الابل بنت مخاض (مبسوط سرخسی ۲/۱۵۰ کتاب الزکاۃ)

اس زمانہ میں بنت مخاض چالیس درہم کا ہوتا تھا' پس پانچ اونٹوں میں ایجاب زکاۃ ایسا تھا جیسا دوسو دراھم میں زکوۃ کا وجوب۔ اسلئے کہ اونٹوں میں ادنی اسباب وجوب زکوۃ بنت مخاض ہے

اسی طرح علامہ عبدالقادر عودہ لکھتے ہیں:

کانت الدیۃ علی عهد رسول الله ﷺ مائة من الابل ' قیمة کل بعیر اوقیة (التشریع الجنائی الاسلامی ۲/ ۱۷۷) کہ آنحضرت ﷺ کے دور میں دیت میں سو اونٹ مقرر تھے اور ایک اونٹ کی قیمت ایک وقیہ تھی یعنی سے چاندی کا اوقیہ چالیس دراہم کا ہوتا ہے: قال ابو جعفر الداودی اوقیة الذهب قدرها معلوم و اوقیة الفضة اربعون درهما۔ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ سونے کے اوقیہ کی مقدار معلوم ہے اور چاندی کا اوقیہ چالیس درہم کا ہے۔ (شرح مسلم النووی ۲/ ۲۹)

بلکہ صحیح مسلم میں حضور ﷺ کا واضح عمل ہے:

عن جابر بن عبدالله انه کان یسیر علی جمل له 'قد اعیا فاراد ان یسیبه قال فلحقنی النبی ﷺ فدعا لی و ضربه فسار سیرا لم یسر مثله قال بعنیه بوقیة فقلت لا ثم قال بعنیه بوقیة فبعته بوقیة الخ (الصحیح المسلم ۲/ ۲۹۲۸)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ وہ اونٹ پر جا رہے تھے وہ تھک گیا تو انہوں نے اسے شتر آزاد کر دینا چاہا۔ جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے آنحضرت ﷺ ملے' آپ ﷺ نے میرے لئے دعا فرمائی اور اونٹ کو مارا' چنانچہ وہ ایسا تیز چلا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں چلا تھا' آپ ﷺ نے فرمایا اسے میرے ہاتھ ایک اوقیہ (چاندی) میں بیچ ڈال' میں نے عرض کیا نہیں (یہ تو آپ ہی کا ہے) آپ ﷺ نے پھر فرمایا' بیچ دے میں نے اسے ایک اوقیہ میں بیچ دیا۔

ان تمام تر براہین سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت مآب ﷺ میں اونٹوں کا نصاب مالیت میں سونے' چاندی کے برابر تھا' اسی طرح بکریوں کے نصاب لیا جائے' شریعت مقدسہ نے بکریوں میں وجوب زکوۃ کے لئے چالیس بکریوں کی تعداد مقرر کی ہے' کہ جب کسی کے پاس چالیس بکریاں سائمہ جمع ہو جائے تو اس پر سال گزرنے کے بعد زکوۃ واجب ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اذا کانت اربعین الی عشرین و مائة شاة (صحیح بخاری ۱/ ۱۹۶) کہ چالیس سے ۱۲۰ بکریوں میں ایک بکری زکوۃ واجب ہے اور جامع ترمذی میں حضور ﷺ کا فرمان ہے

وفی اربعین شاة شاة الی عشرین و مائة (جامع ترمذی ۱/ ۹۹) کہ چالیس سے ایک سو بیس بکریوں تک ایک بکری زکوۃ واجب ہے' مگر اس دور رسالت مآب ﷺ میں چالیس بکریوں کی قیمت ۲۰۰ درہم کے برابر تھی۔ چنانچہ علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

فان الشاة تقوم بخمسة دراهم فی ذلک الوقت (مبسوط سرخسی ۲/ ۱۵۰)

کہ اس زمانے میں ایک بکری کی قیمت پانچ درہم تھی' اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کا شاہی مراسلہ بھی

اس بات کی دلیل ہے کہ اس زمانہ میں ۴۰ بکریوں کی مالیت ۲۰۰ درہم تھیں۔

یہ مکتوب آپؓ نے حضرت انسؓ کو زکوۃ کے متعلق لکھا تھا' مکتوب کے الفاظ یہ ہیں

ان انسا حدثه ان ابابکر کتب له فریضة الصدقة التی امر الله و رسوله من بلغت عنده من الابل صدقة الجذعة و لیست عنده جذعة و عنده حقة فانها تقبل منه الحقة و حلل معها شاتین ان استیرتاله او عشرین درهما و من بلغت عنده صدقة الحقة و لیست عنده الحقة و عنده الجذعة و یعطیه المصدق عشرین درهما او شاتین و من بلغت عنده صدقة الحقة و لیست عنده الا بنت لبون فانها تقبل منه بنت لبون و یعطی شاتین او عشرین درهما و من بالغت صدقته بنت لبون و عنده حقة فانها تقبل منه الحقة و یعطیه المصدق عشرین درهما او شاتین و من بلعت صدقة بنت لبون و لیست عنده و عنده بنت مخاض فانهما تقبل منه بنت مخاض و یعطی معها عشرین درهما او شاتین۔" (الصحیح البخاری ۱/۱۹۵)

''حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ ابوبکرؓ نے ان کے لئے فرض زکوۃ لکھ دی جس کا حکم اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو دیا یعنی جس کے پاس اتنے اونٹ ہو جائیں کہ چار برس کی اونٹنی زکوۃ میں دینا پڑے (یعنی ۶۱ سے ۷۵ تک) اور چار برس کی اونٹنی اس کے پاس نہ ہو بلکہ تین برس کی ہو تو وہی لے لی جائے' اور اس کے ساتھ اگر بکریاں اس کے پاس ہوں تو دو بکریاں لے جائیں یا بیس درہم لئے جائیں اور جس کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ تین برس کی اونٹنی زکوۃ میں دینا ہو (۴۶ سے ۶۰ تک) اور اس کے پاس تین برس کی اونٹنی نہ ہو' چار برس کی ہو تو وہی لے لی جائیگا اور زکوۃ کے تحصیلدار اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے دے اور جس کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ تین برس کی اونٹنی زکوۃ میں دینا ہو اس کے پاس نہ ہو دو برس کی اونٹنی ہو تو وہی اس سے لے لی جائے اور وہ بیس درہم یا دو بکریاں اور تحصیلدار کو دے اور جس کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ دو برس کی اونٹی زکوۃ میں دینا ہو (۳۶ سے ۴۵ تک) لیکن اس کے پاس وہ نہ ہو' تین برس کی اونٹنی ہو تو وہی لے لی جائے' اور تحصیلدار اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے دے' اور جس کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ دو برس کی اونٹنی زکوۃ میں دینا ہو وہ اس کے پاس نہ ہو ایک برس کی اونٹنی ہو تو وہی لے لی جائے اور اس کے ساتھ تحصیلدار کو بیس درہم یا دو بکریاں اور دے۔''

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ بکریوں کے نصاب زکوۃ کی قیمت و مالیت دور رسالت ﷺ میں چاندی کے برابر تھی' اسی طرح کھجور و غلہ کا نصاب بھی اونٹوں اور بکریوں کے نصاب کی طرح ۲۰۰ دراہم یا بیس مثقال کے برابر تھا' چنانچہ علامہ سید سلیمان ندویؒ "سیرت النبی ﷺ" میں رقم طراز ہیں:

عہد رسالت مآب ﷺ میں ایک وسق غلہ کی قیمت چالیس دراہم یا چار مثقال تھی یعنی پانچ اوقیہ اور پانچ

دس کی قیمت دوسو درھم یا بیس مثقال ہوگی''(سیرت النبی ۱۲۲/۵)

گزشتہ تفصیل سے بات بالکل عیاں اور بے غبار ہوئی کہ دور رسالتؐ جملہ نصابات باعتبار مالیت کے یکساں تھے۔

اسلام میں زکوٰۃ امراء کے ذمے ہے:

اوراس کے ساتھ اسلامی نظام زکوٰۃ میں اس بات کا خصوصیت کے ساتھ خیال رکھا گیا ہے کہ یہ زکوٰۃ امرأ پر لاگو ہو۔غرباء اس فریضہ سے مستثنٰی ہوں۔تاکہ فلسفہ زکوٰۃ پر پوری طرح عمل ہوکر توازن پیدا ہوجائے۔بخلاف شرائع من قبلنا کے کہ انکے ہاں امیر وفقیر کی کوئی تمیز نہ تھی۔ہرایک زکوٰۃ دیا کرتا تھا۔

چنانچہ علامہ شبلی نعمانیؒ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :

شرح زکوٰۃ کے تعین کے سلسلہ میں شرائع سابقہ میں ایک اور کمی تھی جس کو تکمیل محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت نے کردی' جن دوسری شریعتوں میں قانونی خیرات کی تعین ہے ان میں غریب اور کم اور زیادہ دولت والوں کی تفریق نہیں کی گئی تھی مثلاً اگر دس بیس روپے والوں یا دس پانچ گائے اور بکری والوں سے یہ زکوٰۃ وصول کی جاتی' تو ان پر ظلم ہوتا' تورات میں غلہ اور مویشی پر جو عشر اور نقد پر جو آدھا مثقال مقرر کیا گیا ہے' اس میں اس کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے بلکہ آدھے مثقال کی زکوٰۃ میں تو یہاں تک کہہ دیا گیا ہے کہ'' خداوند کیلئے نذر کرتے وقت آدھے مثقال سے امیر زیادہ نہ دے اور غریب کم نہ دے'' (خروج' ۳۰۔۱۵)

لیکن شریعت محمدی نے اس نکتہ کو ملحوظ رکھا اور غریبوں' ناداروں' مقروضوں اور ان غلاموں کو جو سرمایہ نہیں رکھتے یا اپنی آزادی کیلئے سرمایہ جمع کررہے ہیں اس سے بالکل مستثنٰی کردیا' نیز دولت کی کم مقدار رکھنے والوں پر بھی ان کی اپنی حسب خواہش اخلاقی خیرات کے علاوہ کوئی باقاعدہ زکوٰۃ عائد نہیں کی۔(سیرۃ النبی ۱۲۱/۵)

موجودہ کرنسی میں زکوٰۃ :

سونے' چاندی اور دیگر اموال میں وجوب زکوٰۃ کا مسئلہ بیان ہوا مگر زمانہ حال کے روپیہ' ریال' ڈالر وغیرہ کرنسی کی تصریح قدیم فقہی ذخائر میں نہیں ہے اسکی وجہ غالباً یہ ہے اور یقیناً یہ ہے کہ اس قسم کا نظام پہلی جنگ عظیم کے بعد رائج ہوا ہے۔قدیم زمانہ میں اس کا وجود نہیں تھا۔اسلئے قدیم فقہاء کرام نے اس بارے میں کوئی تصریح نہیں فرمائی البتہ متاخرین نے اس میں زکوٰۃ کے وجوب پر بحث کی ہے۔اس لئے کہ اب یہ کرنسی لوگوں کے ہاں مال بن چکا ہے لوگ اسی سے لین دین کرتے چلے آرہے ہیں۔سارے تجارتی معاملات اسی کرنسی سے طے ہوتے ہیں بلکہ ہر معاملے میں اسی کا رواج ہے۔آج کل تو اسی کرنسی کو سونے' چاندی کی حیثیت حاصل ہوچکی ہے عرفاً یہ ثمن بن چکی ہے اسلئے مذاہب ثلاثہ (حنفیۃ' شافعیۃ اور مالکیۃ) کے فقہاء اسمیں وجوب زکوٰۃ کا قول کرتے ہیں۔علامہ وھبہ زحیلی لکھتے ہیں:

وبما ان هذا النظام ظهر حديثا بعد الحراب العالمية الاولى فلم يتكلم فيه فقهاءنا القدامى وقد بحث فقهاء العصر حكم زكاة هذه النقود الورقية فقرروا وجوب

الزکاۃ فیھا عند جمھور الفقھاء (الحنفیۃ' المالکیۃ' و الشافعیۃ) لأن ھذا النقود أما بمثابۃ دین قوی علی خزانۃ الدولۃ او سندات دین (الفقہ الاسلامی و ادلتہ ۲/۷۷۲)

ترجمہ: یہ جدید نظام پہلی جنگ عظیم کے بعد رائج ہوا ہے اس لئے اس بارے میں قدیم فقہاء نے کوئی بحث نہیں کی لیکن معاصر فقہاء نے ان نقود میں زکاۃ کے وجوب کا قول کیا ہے حتی کہ جمہور فقہاء (حنفیہ' شافعیہ اور مالکیۃ) نے زکوٰۃ واجب ہونے پر اتفاق کیا ہے اس لئے کہ یہ نقود یا تو دین قوی کی طرح ہے جو حکومتی خزانہ میں پڑی ہے اور یا یہ اس سونے یا چاندی کی سندات ہیں۔ اور ان تمام صورتوں میں زکوٰۃ واجب ہے۔ البتہ فقہاء حنابلہ اس میں وجوب زکوٰۃ کے قائل نہیں ان کا کہنا ہے کہ جب تک اس کو سونے یا چاندی سے تبدیل نہ کیا جائے۔ اس وقت تک ان نقود مین کوئی زکوٰۃ واجب نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ولم یر اتباع المذھب الحنبلی الزکاۃ فیھا حتی یتم صرفھا فعلا بالمعدن النفیس (الذھب او الفضۃ) قیاساً علی قبض الدین۔ (الفقہ الاسلامی و ادلتہ ۲/ ۷۷۲)

ترجمہ: البتہ فقہاء حنابلۃ موجودہ کرنسی میں وجوب زکوۃ کے قائل نہیں جب تک اسے سونے یا چاندی سے تبدیل نہ کرایا جائے' یہ فقہاء کرام اس کو قرض کے قبضہ ہونے پر قیاس کرتے ہیں۔

اور اسی طرح علامہ الجزائری نے بھی موجودہ کرنسی میں وجوب زکوۃ کے بارے میں چاروں مذاہب یوں ذکر کیا ہے۔

جمھور الفقھاء یرون وجوب الزکاۃ فی الاوراق المالیۃ لانھا حلت محل الذھب و الفضۃ فی التعامل .... اجمع فقھاء ثلاثۃ الائمۃ علی وجوب الزکاۃ فیھا و خالف الحنابلۃ فقط (کتاب الفقہ علی مذاھب الاربعۃ ۱/ ۶۰۵)

ترجمہ: جمہور فقہاء موجودہ کرنسیوں میں وجوب زکوٰۃ کے قائل ہیں اس لئے کہ یہ سونے اور چاندی کے قائم مقام ہے۔ تین مذاہب کے فقہاء کا مروجہ کرنسی میں وجوب زکوۃ پر اتفاق ہے صرف حنابلہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

البتہ اس میں راجح اور صحیح جمہور فقہاء کی رائے ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ چنانچہ علامہ زحیلی لکھتے ہیں:

و الحق وجوب الزکاۃ فیھا لانھا اصبحت ھی اثمان الاشیاء و امتنع التعامل بالذھب ولم تسمع ای دولۃ باخذ الرصید المقابل لای فئۃ من اوراق التعامل و لا یصح قیاس ھذہ النقود علی الدین لان الدین لا ینتفع بہ صاحبہ و ھو الدائن ولم یوجب الفقھاء زکاتہ الا بعد قبضہ لا حتمال عدم القبض و اما ھذا النقود فینتفع بھا حاملھا فعلا کما ینتفع بالذھب الذی اعتبر ثمنا للاشیاء و ھو یحوزھا فعلا فلا یصح القول بوجود اختلاف فی زکاۃ ھذہ النقود و القول بعدم الزکاۃ فیھا لاشک بانہ اجتھا

ن خطا لانه يو دي في النتيجة البينة الا زكاة على اخطرو اهم نوع من اموال الزكا فيجب قطعا ان تزكى النقود الورقية زكاة الدين الحال على ملئ۔

(الفقه الاسلامی و ادلته ۲/۷۷۲)

ترجمہ: حق بات یہ ہے کہ اس میں زکاۃ واجب ہے اس لئے کہ یہ اشیاء (کرنسی) اثمان بن چکے ہیں، سونے چاندی سے معاملہ منقطع ہو چکا ہے اس لئے کسی ملک میں بھی یہ بات نہیں سنی گئی کہ کسی نے اسکے ساتھ معاملہ کرنے سے انکار کیا ہو اور اصل ثمن (سونا یا چاندی) کا مطالبہ کیا ہو اسلئے اس کو دین پر قیاس کرنا صحیح نہیں وجہ یہ ہے کہ دین سے دائن فائدہ حاصل نہیں کر سکتا اور نہ فقہاءؒ نے قبضہ سے پہلے اس پر زکوٰۃ واجب کی ہے۔ اسلئے کہ اس میں عدم قبض کا احتمال ہے حالانکہ اس نقود سے حامل فائدہ بھی لیتا ہے جیسا کہ وہ سونے سے لیتا تھا جو اشیاء کے ثمن معتبر مانی جاتی تھی۔ اس کرنسی میں وجوب زکوٰۃ میں اختلاف کا قول کرنا صحیح نہیں۔ اور اسمیں شک نہیں کہ عدم وجوب زکوۃ کا قول اجتہاد اُخطا ہے۔

کرنسی میں کون سا نصاب معین ہوگا

جب مروجہ کرنسی میں زکوۃ واجب ہے تو اب اس میں کونسا نصاب معتبر ہے؟ تو قرآن وسنت یا اجماع امت میں اس کیلئے کوئی مستقل نصاب موجود نہیں ہے تو لازمی بات ہے اس لئے اس کا نصاب ذاتی نہیں بلکہ سونا چاندی میں سے کسی ایک کا تابع ہے۔ یعنی جب مروجہ کرنسی کسی کے پاس ۱/۲ ۵۲ تولہ چاندی یا ۱/۲ ۷ تولہ سونے کی قیمت ومالیت کے برابر ہو جائے تو اس شخص پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گا۔

مگر اب سوال یہ ہے کہ موجودہ دور میں کون سا نصاب معیار بنایا جائے تا کہ اس کے مطابق کرنسی کی زکوۃ ادا کی جا سکے۔ تو اس بارے میں کتابوں کے اندر تین قسم کی آراء پائی جاتی ہیں۔

(۱) کہ موجودہ کرنسی کو چاندی کے نصاب زکوۃ پر پرکھا جائے اگر اس کی قیمت چاندی کے نصاب کی مقدار تک پہنچتی ہو تو زکوٰۃ واجب ورنہ نہیں یہ رائے اکثر علماء امت کی ہے اور آج تک دارالافتاؤں سے اسی پر فتوی چلا آرہا ہے

(۲) دوسری رائے عرب محققین اور دوسرے علماء کی ہے کہ موجودہ دور کے متغیر حالات کے تناظر سے اس امر پر نگاہ ٹھہرتی ہے کہ مروجہ کرنسی کا نصاب سونے کے نصاب کی قیمت کے مطابق ہونا چاہیے ان میں امام ابوزھرہؒ شیخ وھبۃ زحیلی، شیخ یوسف قرضاوی، شیخ جادالحق علی جادالحقؒ وغیرہ حضرات شامل ہیں۔

(۳) تیسری رائے یہ ہے کہ کہ تقویم عروض کے لئے زیادہ انسب واعدل طریقہ یہ ہوگا کہ چاندی اور سونے کے ہر دو نصاب (جن کی قدر زمانہ رسالت میں متحد تھی) جمع کر دیئے جائیں اور ثمن رائج الوقت سے ان کی مجموعی قیمت نکال کر اس نصف کو معیار نصاب قرار دیا جائے۔ (جدید فقہی مباحث ۷/۸۱۲)

اختلاف کی وجہ

یہ اختلاف اس لئے واقع ہوا ہے کہ ثمنین کے علاوہ دیگر اموال تجارت یا موجودہ دور کی کرنسی میں زکوٰۃ کیلئے کوئی ذاتی نصاب مقرر نہیں ہے بلکہ شریعت مقدسہ نے اس کو احد ثمنین کا تابع قرار دیا ہے کہ سونا یا چاندی کے نصاب پر اس کی قیمت لگائی جائے

اس لئے کہ اس میں زکوٰۃ مالیت کے اعتبار سے ہے نہ کہ اعیان کے اعتبار سے۔تو قیمت بھی مالیت کے ساتھ لگائی جائے گی جو نقدین (سونا، چاندی) ہیں۔

تقویم میں مالک کو اختیار

البتہ اس تقویم میں صاحب مال مختار ہے کہ جس کے ساتھ چاہے قیمت لگائے۔اس اختیار کی وضاحت کیلئے فقہاء کرام کے چند عبارات بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

شمس الائمہ علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں:

قال في الكتاب و يقومها يوم حال الحول عليها ان شاء بالدراهم و ان شاء بالدنانير ...... وجه روايت الكتاب ان وجوب الزكوٰة في عروض التجارة باعتبار ما ليتها دون التقويم بمعرفة مقدار المالية و النقدان في ذالك (المالية) علىٰ السواء فكان الخيار الىٰ صاحب المال بايهما شاء (مبسوط ج ۲ ص ۱۹۱)

جب مال تجارت پر ایک سال گزر جائے تو اسی دن اس کی قیمت چاندی یا سونے سے لگائی جائے گی۔

الکتاب کی روایت کی وجہ یہ ہے کہ اموال تجارت میں زکوٰۃ کا وجوب مالیت کے اعتبار سے ہے اعیان کے اعتبار سے نہیں اس لئے اس کی قیمت بھی مالیت کی سی ہوگی جو نقدین ہیں مگر اس میں صاحب مال کو اختیار ہے کہ جس کے ساتھ چاہے قیمت لگائے۔

۲۔ شیخ عبدالرحمان الجزائریؒ حنفیہ کا مذہب نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تجب الزكوٰة في عروض التجارة بشروط منها ان تبلغ قيمتها نصابا من الذهب و الفضة و تقوم بالمضروبة منهما و له تقويمها باى النوعين شاء

(كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ج ۱ ص۶۰۷) زكوٰة عروض التجارة

اموال تجارت میں شروط کے ساتھ زکوٰۃ دینی ہوگی۔

(۱) اس کی قیمت سونے یا چاندی تک پہنچ جائے

(۲) اس کی قیمت سرکاری دراہم اور دینار کے ساتھ قیمت لگائی جائے البتہ قیمت دونوں نقدین میں سے جس کے ساتھ چاہے لگائی جائے۔

(۳) علامہ نوویؒ فرماتے ہیں انہ یقوم بما شاء منہما ھو قول ابی اسحاق وھو الاظھر لانہ لامزیۃ لاحدھما علی الآخر فخیر بینہما. (المجموع شرح مہذب ص۶۳ ج۶)

دونوں میں سے جس کے ساتھ چاہے قیمت لگائے یہ قول ابواسحاق کا ہے اور یہی اظہر ہے اس لئے کہ اس میں کسی ایک کو دوسرے پر کوئی ترجیح نہیں دی گئی ہے پس اس کو دونوں کا اختیار دیا گیا۔ آگے لکھتے ہیں:

اصحہا عند المصنف والبند نیجی وآخرین من الاصحاب ھو قول ابی اسحاق المروزی یتخیر المالک فیقوم بما شاء منہما لانہ لا مزیۃ لا حدھما علی الاخر (المجموع شرح مہذب ۶۶/۶)

ان اقوال میں سب سے زیادہ صحیح قول مصنف، بندنیجی ابواسحاق المروزی اور دوسرے حضرات کا ہے کہ مالک کو اختیار ہے کہ وہ دونوں میں سے جس کے ساتھ چاہے قیمت لگائے اس لئے کہ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر کوئی امتیاز نہیں ہے۔

۴۔ علامہ ابوبکر کاسانیؒ لکھتے ہیں، والنقدان فی ذالک بیان فکان الخیار الی صاحب المال یقومہ بایہما شاء؛ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۰)

نقدین (سونا اور چاندی) تو اس بارے میں مسئلہ واضح ہے باقی اختیار تو صاحب مال کے ہاتھوں میں ہے وہ جس کے ساتھ قیمت لگانا چاہے لگا سکتا ہے۔

(۵) علامہ ابوالبرکات النسفیؒ لکھتے ہیں وفی عروض تجارۃ بلغت نصاب ورق او ذھب کے علامہ عمر ابن نجیمؒ تحت لکھتے ہیں والمذکور فی الاصل ان المالک مخیر فی تقویمہا بایہما شاء (النھر الفائق شرح کنز الدقائق ۴۴۱/۱)

تجارتی سامان جب سونے یا چاندی کے نصاب تک پہنچ جائے تو اس میں زکوۃ واجب ہے، اس بارے میں اصول یہ ہے کہ مالک کو اختیار ہے تو وہ ان دونوں نصابوں میں سے جس کے ساتھ مناسب سمجھے قیمت لگائے۔

مذکورہ عبارات سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ اصل مذھب میں صاحب مال اپنے مالی تقویم میں مختار ہے وہ نقدین میں سے جس کے ساتھ چاہے اور جو مناسب سمجھے قیمت لگائے اور اسی حساب سے زکوۃ ادا کرے۔ اس پر کوئی پابندی نہیں اگر متاخرین کی کتابوں میں کسی ایک کو متعین کیا گیا ہو تو یہ تعین اجتہادی ہے اور اجتہادات وقتی تقاضوں سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

اختیار کی وجہ:

لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اختیار صاحب مال کو کیوں دیا گیا ہے اور کسی ایک کو متعین کیوں نہیں کیا گیا؟

تو جواب یہ ہے کہ یہ دونوں ثمن (سونا اور چاندی) خلقی ہیں اور عہد نبوی ﷺ میں ان دونوں کے ساتھ تجارت ہوا کرتی تھی اور دونوں نصابوں کی مالیت بھی برابر تھی۔

☆ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

فان الدینار علی عهد رسول الله ﷺ مقوماً بعشر دراهم؛ (بدائع الصنائع ج۲ ص۱۸)

بیشک آپ ﷺ کے دور میں ایک دینار کی قیمت دس دراھم کے برابر تھی۔

☆ علامہ ابن رشد قرطبیؒ لکھتے ہیں:

ینزل الدینار بعشر دراهم علی ما کانت علیه قدیماً (بدایة المجتهد ج ۱ ص ۱۸۷)

کہ قدیم زمانہ میں ایک دینار دس دراھم کے برابر تھا۔

☆ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

الدینار فی الزکوٰة عشرة دراهم؛ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۵ ص ۱۲)

زکوٰۃ میں ایک دینار کی مالیت دس دراھم کے برابر ہے۔

☆ علامہ مرغینانیؒ فرماتے ہیں کہ

و لیس فیما دون اربعة مثاقیل صدقة عند ابی حنیفةؒ و عندهما تجب بحساب ذلک و هی مسئلة الکسور و کل دینار عشرة دراهم فی الشرع فیکون اربعة مثاقیل فی هذا کاربعین درهماً؛ (الهدایة ج ۱ ص۱۷۵)

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چار مثاقیل سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک اسکے حساب سے واجب ہے یہ کسور کا مسئلہ ہے اور ہر دینار شرعاً دس دراھم کے برابر ہے تو گویا کہ چار مثاقیل چالیس دراھم کی طرح ہیں۔

☆ علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں:

و تقرر بعد ذلک کل دینار بعشر دراهم الاتریٰ ان الدیة قد قررت من الذهب بالف دینار و من الورق بعشرة آلاف فی السرقة لا قطع فی اقل من دینار او عشرة دراهم؛ (البنایة ج ۳ ص ۴۹۱)

اس کے بعد یہ واضح ہوا کہ ایک دینار دس دراھم کے برابر ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ دیت سونے کے حساب سے دیۃ ایک ہزار دینار اور چاندی کے حساب دس ہزار دراھم مقرر ہیں اسی طرح سرقہ یعنی چوری میں ایک دینار کے بدلے یا دس دراھم کے بدلے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

..................(جاری ہے)

مرچ مسالے دار مرغّن غذا

نظامِ ہضم کی خرابی کا باعث بن سکتی ہے

نئی کارمینا لیجیے، یہ آپ کو بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن اور تیزابیت سے محفوظ رکھے گی۔

نئی کارمینا

ہاضم ٹکیاں، ہر گھر کی اہم ضرورت

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:

www.hamdard.com.pk

Adarts-CAR-1/2000

تبصرہ کتب

فتاویٰ حقانیہ رسائل و جرائد کی نظر میں

کتاب: فتاویٰ حقانیہ افادات: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق و دیگر مفتیان کرام دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ترتیب: مفتی مختار اللہ حقانی ضخامت: چھ جلدیں سائز 20x30 صفحات: 3548 کاغذ طباعت جلدیں عمدہ

شائع کردہ: موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ 8 ہدیہ۔۔۔۔۔۔ درج نہیں۔۔۔۔۔۔

زیر تبصرہ ''فتاویٰ حقانیہ'' ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو حضرت اقدس مولانا عبدالحق محدث اکوڑوی قدس سرہٗ اور اکابرین مفتیان کرام دارالعلوم حقانیہ کی علمی، فقہی اور خداداد بصیرت کے بے مثال شاہکار ہے۔ یہ فتاویٰ چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے جن کی مجموعی ضخامت ساڑھے تین ہزار صفحات سے زائد ہے۔ فتاویٰ حقانیہ کی تقدیم میں فقہی ترتیب کو مدنظر رکھتے ہوئے ان جلدوں کو جن مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے ان کی ترتیب اس طرح سے ہے:

جلد اول ۔۔۔۔۔ مقدمہ۔ مفتیان کرام کا سوانحی خاکہ۔ فتویٰ کی اہمیت۔ پیش لفظ۔ العقائد والفرق

جلد ثانی ۔۔۔۔۔ الاجتهاد، البدعة، العلم، التفسير، مايتعلق بالحديث، السلوك، السياسة، الكراهية والاباحة، الطهارة

جلد ثالث ۔۔۔۔۔ الصلوٰة، الجنائز، الزكوٰة

جلد رابع ۔۔۔۔۔ الزكوة، الصوم، الحج، النكاح، الطلاق

جلد خامس ۔۔۔۔۔ النفقات، الايمان والنذر، الوقف، الحدود والتعزيرات، الاشربة، القصاص، والدية، الجهاد، القضاء والدعوىٰ، الشهادات، القسمة والاكره

جلد سادس ۔۔۔۔۔ البيوع، الربا، الرّهن، الاجارة، الشفعة، الشركة، المضاربة، الوكالة، الهبة، الغصب، الوديعة والعارية، احياء الموات، المزارعت، الذبائح، الصيد، الاضحية، الوصيت، الفرائض

گویا عقائد سے لے کر فرائض تک ہر فتاویٰ اس میں شامل ہیں۔ فتاویٰ حقانیہ کی تقدیم و ترتیب کا یہ کام شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے بڑے صاحبزادے اور دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی زیر نگرانی انجام دیا

گیا ہے۔اس فتاویٰ کی ایک خوبی تو یہ ہے کہ اس میں دور حاضر کے جدید مسائل کواس خوبی سے حل کیا گیا ہے کہ دیکھنے سننے اور پڑھنے والے کوکسی بھی قسم کا خلجان یا تشنگی باقی نہیں رہتی ...... حضرت مولانا عبدالحق محدث اکوڑوی قدس سرہ کواللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا' اخلاص' للٰہیت' زہد اور تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔اسلاف اور اکابرین کے علوم کے محافظ ہی نہیں بلکہ امین بھی تھے' حضرت کا شماران اکابرین میں ہوتا ہے جن پر عالم اسلام کو بجاطور پر ناز ہے' حضرت اقدس علوم تفسیر' حدیث اور فنون کے بحر ذخار تو تھے ہی ساتھ ساتھ فقیہانہ بصیرت میں بھی یکتا تھے۔حضرت والا کے فتاویٰ دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت فتویٰ دیتے وقت صرف فقہی جزئیات کو ہی مدنظر نہیں رکھتے تھے بلکہ حالات حاضرہ پر بھی آپ کی گہری نظر ہوتی تھی۔یہی وجہ ہے کہ حضرت کے فتاویٰ کو افتاء کی دنیا میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے' حضرت کی کمال احتیاط اور دوراندیشی کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ آپ کی عموماً یہ کوشش ہوتی کہ سائل کو اس کا جواب پورا سمجھایا جائے' اس لئے جواب لکھتے وقت بات کھل کر بیان فرماتے اگرچہ بیان طویل ہو جاتا۔

۲۔ فتویٰ لکھتے وقت آپ فقہ حنفی کی مشہور کتب بدائع الصنائع' ہدایہ اور ردالمحتار سے استفادہ فرماتے تھے۔

۳۔ فتویٰ میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ خودتو کیا دارالعلوم حقانیہ کے دیگر مفتیان بھی جب فتویٰ لکھتے تو انہیں اپنے سامنے سنانے کا حکم فرماتے۔

حضرت مولانا مفتی غلام الرحمان صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ ۱۹۷۸ء میں سالانہ چھٹیوں کے دوران ناظم دارالعلوم حضرت مولانا سلطان محمود صاحبؒ نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کا یہ پیغام مجھے پہنچایا کہ چھٹیوں میں یہاں رہ کر دارالافتاء کی خدمت سرانجام دو گے' تو مجھ پر یہ بوجھ بہت بھاری لگا' خود یہ جرأت نہیں کرسکتا تھا کہ کوئی فتویٰ تصویب کے بغیر دے دوں' اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی خدمت میں اس سے قبل مسائل و جزئیات پیش کرنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا' جب میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا' کہ جو مسئلہ بھی تم لکھو گے تو پہلے مجھے سناؤ گے۔یہ اس لئے اگر کوئی جدید مسئلہ ہو تو ذہن میں آجائے۔اس سے آپ کا مقصد استحضار مسائل نہیں بلکہ احتیاط ملحوظ تھی۔چونکہ کسی بھی مسئلہ کا جواب آپ کو سنائے بغیر بھیجنے کی مجھے اجازت نہیں تھی' اس لئے میں مسائل کے جواب لکھ کر حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی خدمت میں پیش کرتا' اگر آپ تائید فرماتے تو سائل کو وہ جواب بھیج دیتا۔لیکن دس دن کی نگرانی کرنے کے بعد جب اعتماد پیدا ہو گیا تو فرمایا کہ مجھے سننے کا وقت کم ملتا ہے اس لئے سنائے بغیر ہی بھیج دیا کرو۔

۴۔ حضرت شیخ الحدیثؒ مسائل کے بیان کرنے یا لکھنے میں ماحول' حالات' اور اس کے نتائج وعواقب کا بھی لحاظ رکھتے تھے اور مصلحت کو سامنے رکھ کر جواب دیا کرتے تھے تاکہ معاشرہ میں بدمزگی پیدا نہ ہو اور لوگ شریعت کے کسی مسئلہ کا مذاق نہ اڑائیں۔

حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:

۵۔ ۱۹۷۸ء میں دارالعلوم کی سالانہ تعطیلات کے دوران میں نے قضاء عمری کے بارے میں فتویٰ دیا جس میں قضاء عمری کی روایت کو موضوع ثابت کرنے کے بعد لکھا کہ مروجہ قضاء عمری کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور بدعت قبیحہ ہے...... جب آپؒ کو یہ جواب سنایا تو فرمایا کہ جواب تو ٹھیک ہے اس میں کوئی شک نہیں' لیکن ہمارے پٹھانوں کے علاقہ میں لوگ نہایت تدین کی وجہ سے قضاء عمری کے ایسے عاشق ہیں کہ ایسے سخت الفاظ کے نتیجے میں کہیں طیش میں آ کر فتنہ و فساد اور سب وشتم پر نہ اتر آئیں اس لئے ان الفاظ میں یوں ترمیم کرو: ''قضاء عمری کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہمارے اسلاف نے اس کو بدعت میں شمار کیا ہے۔''

۶۔ اسی طرح ایک موقع پر کسی سڑک کی تعمیر میں ایک پرانی قبر سڑک کی زد میں آتی تھی' حکومت اس قبر کو مسمار کر کے سڑک سیدھا کرنا چاہتی تھی' لیکن مقامی لوگ اس پر خوش نہیں تھے' جب سرکاری اہلکاروں نے دارالعلوم سے فتاویٰ لینا چاہا تو میں نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا اگرچہ پرانی قبر مسمار کرنا از روئے شرع جائز ہے' لیکن ہمارے اس فتویٰ سے لوگ مطمئن نہیں ہوں گے' بلکہ مذہبی جنون کی وجہ سے شاید یہ لوگ دارالعلوم کو بھی فریق شمار کریں گے' اس لئے اس انداز سے فتویٰ دیا جائے کہ قبر کے اوپر پل بنا کر اس پر سے سڑک گزار لی جائے۔ چنانچہ آپ کی حسن تدبیر اور حزم واحتیاط کی بدولت سڑک بھی تعمیر ہوگئی اور لوگ بھی شرکیہ اعتقاد سے بچ گئے۔

۷۔ ایک دفعہ کسی صاحب نے تصوف کے سلاسل کے بارے میں سوال کیا تو حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے جواب میں فرمایا: ''سلسلہ قادریہ اور سلسلہ چشتیہ ایک ہی تالاب کی دو نہریں ہیں' دونوں کا مخزن اور مرکز ایک ہے۔ پانی ایک ہے صرف راستے جدا جدا ہیں' دوسرے سلاسل تصوف اور مختلف فقہی مذاہب کا بھی یہی حال ہے۔ حنفیت' حنبلیت اور مالکیت سب کو ایک ہی تالاب سے پانی پہنچتا ہے' سب اسی ایک تالاب کے پانی سے دنیا کی سیرابی کرتے ہیں' صرف راستے جدا ہیں' منزل اور مقصد سب کا ایک ہے بعض لوگ دانستہ طور پر تصوف کے ان سلسلوں اور فقہی مذاہب کو فرقہ واریت پر حمل کر کے دنیا کو گمراہ کرتے اور دھوکہ دیتے ہیں' مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہیے'' (ماہنامہ ''الحق'' شیخ الحدیث نمبر)

۸۔ اس کے علاوہ آپ مسائل کے جوابات نہایت سادہ اور آسان الفاظ میں دیا کرتے تھے' اور اس میں حوالہ جات کا خصوصیت سے اہتمام فرمایا کرتے تھے تاکہ کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہے' (ماخوذ از صفحہ ۸۸' ۹۸' ۹۰' فتاویٰ حقانیہ ج ۱)

اس فتاویٰ میں جن جید مفتیان کرام کے فتوؤں کو شامل کیا گیا ہے ان کی تعداد اٹھارہ ہے لیکن ان میں مرکزی حیثیت حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کو ہی حاصل ہے یہ ان ہی کے فیض کا نتیجہ ہے۔ فتاویٰ حقانیہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے جو کسی اور فتاویٰ میں بہت کم پائی جاتی ہے' وہ ہے اس کا ایک مربوط ومضبوط مقدمہ' یہ مقدمہ حضرت مولانا سمیع الحق

مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے قلم سے مرقوم ہے۔اس مقدمے میں فقہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کے ساتھ فقہی ماخذ قرآن کریم، سنت، اجماع قیاس، استحسان، عرف و عادت، استصحاب، مصالح مرسلہ، لطائف افتاء، فتاویٰ دور نبویؐ میں، فتاوی دور صحابہؓ میں، فتاویٰ دور تابعین میں، مفتیان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین اور ان کی اقسام وطبقات، تابعین فقہاء کرام اور انکے طبقات، مفتی کے شرائط و آداب مستفتی سمیت کئی ایک اہم مسائل اور موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔فن افتاء سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لئے عموماً اور اس فن کے متخصصین کے لئے خصوصاً اس کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔اگر ایسے ادارے جہاں تخصص فی الفقہ کرایا جاتا ہے وہ اس مقدمے کو عقود رسم المفتی کے ساتھ ساتھ طلبہ کے نصاب میں داخل کر دیں تو طلبہ کے لئے بہت ہی مفید رہے گا، اسی طرح فتاویٰ کی اہمیت، ضرورت اور اس کی تاریخ پر مولانا انوار الحق حقانی کا وہ مقالہ بھی قابل دید اور اہل علم کے لئے موجب استفادہ ہے جو ''فتاویٰ حقانیہ'' کے مقدمے کا ایک اہم جزو ہے، مولانا انوار الحق حضرت الشیخ قدس سرہٗ کے وہ صاحبزادے ہیں جنہیں حضرت کی خدمت کا سب سے زیادہ موقع ملا ہے، سفر و حضر میں اکثر مولانا انوار الحق ہی حضرت اقدس کے ساتھ ہوتے تھے۔اس تبصرہ نگار کو اچھی طرح سے یاد ہے کہ جب حضرت شیخ الحدیث آنکھوں کے آپریشن کے سلسلے میں لاہور تشریف لائے تو اس وقت بھی مولانا انوار الحق صاحب ہی آپ کے خادم تھے۔مولانا انوار الحق صاحب نے مقدمے میں شامل کئے جانے والے مقالے میں فن افتاء کی عظمت کے سلسلے میں لکھتے ہیں، کہ یہ اتنا عظیم کام ہے کہ جس کی نسبت حق سبحانہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے فرمایا ہے یفتیکم فی الکلالۃ، مولانا انوار الحق نے اپنے مقالے میں جن موضوعات پر اظہار خیال فرمایا ہے ان میں قضاء و افتاء میں فرق، منصب افتاء کی عظمت، منصب افتاء و خطرات، اسلامی مملکت میں دارالافتاء کا قیام، اور اس کی ضرورت اور اہمیت، مسلک احناف میں فتویٰ کی عظمت، جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں دارالافتاء کا قیام شامل ہیں۔مولانا انوار الحق مدظلہ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم اور استاذ الحدیث ہیں۔درویش منش انسان ہیں، ریا و نمود سے کوسوں دور بھاگنے والے عالم باعمل ہیں۔فتاویٰ حقانیہ کی طباعت اور اس کی ترتیب و تقدیم میں ان کا حصہ قابل قدر ہے۔

موتمر المصنفین اور فتاویٰ حقانیہ کی طباعت و اشاعت پر مامورین سے ایک گزارش ہے، وہ یہ کہ آئندہ طباعت میں اس امر کی وضاحت فرمائیں کہ کون کون سا فتویٰ کس کس کا ہے؟ تاکہ اس طرح سے حضرت الشیخ کے اپنے فتاویٰ کا علم ہو سکے اور یہ بھی معلوم ہو کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے کتنے فتاویٰ صادر فرمائے ہیں اور کتنے ایسے ہیں جن کی تصویب فرمائی ہے، جیسا کہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند وغیرہ میں ہے۔اس سے فتاویٰ کی اہمیت میں اور بھی اضافہ ہوگا.....تبصرہ نگار کے نزدیک فتاویٰ حقانیہ ہر دارالافتاء کی ہی نہیں بلکہ ایک اچھی لائبریری کی بھی ضرورت ہے۔فتاویٰ حقانیہ ہر بڑے کتب خانے کے علاوہ براہ راست ناشر سے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (محمد اکرم کاشمیری، ماہنامہ ''الحسن'' لاہور)

کینسر کے مریضوں کیلئے خوشخبری

کینسر قابل علاج مرض ہے۔ یونانی دوا جس کے استعمال سے اب تک کئی مریض ٹھیک ہو چکے ہیں' مریض کو نسخہ لکھ دیا جاتا ہے' دوائی مفت بنا کر دی جاتی ہے' یہ اشتہار ایک ایسے بندہ خدا کی جانب سے ہے جسے خود یہ نامراد بیماری لگی تھی۔ بڑے بڑے معالجین سے علاج سرجری کروائی گئی مگر زخم روز بروز بڑھتا گیا' پھر اللہ کے ایک نیک بندے نے یہ عطا کیا اور اس کا شکرانہ یہ رکھا کہ اگر تمہیں اللہ شفا دیتا ہے تو مذکورہ طریقے سے مخلوق کی خدمت کرنا۔ اللہ کے فضل و کرم سے ایک نسخے کے استعمال سے مریض کو بے حد افاقہ محسوس کرتا ہے اور اسے امید ہو جاتی ہے کہ انشاء اللہ شفایاب ہو جاؤں گا۔

مزید معلومات کیلئے فون نمبر : 0300 9176901

ایم احمد شاہ C/o مولانا سید یوسف شاہ' جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

بلاشبہ سود کھانا اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے جنگ کرنے کے مترادف ہے

خوشخبری

الاتحاد کارپوریشن ایک کاروباری ادارہ ہے جو

سود سے پاک سرمایہ کاری

کرنے کا پابند ہے۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز نے فیصلہ کیا ہے کہ **اسلام آباد' راولپنڈی** اور **مضافات** میں سستی اراضی خرید کر مختلف رہائشی منصوبہ جات بنی رہائشی کالونیز' کمرشل مارکیٹس کی تعمیر' زرعی زمینوں' فلیٹس اور مکانات کی خرید و فروخت میں سرمایہ کاری کرے اور سود کی لعنت سے چھٹکارا چاہنے والے مسلمانوں کو بھی سرمایہ کاری کا موقع بھی فراہم کیا جائے اور پہلے سے جاری شدہ منصوبہ جات میں نفع و نقصان کی بنیاد پر حصہ داری کیلئے کم قیمت کے شراکتی حصص جاری کئے جائیں۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز کے فیصلہ کے مطابق

کم قیمت کے شراکتی حصص

جاری کئے جا رہے ہیں۔ لہذا

حلال محفوظ اور سود کی ملاوٹ سے پاک سرمایہ کاری

شیئرز خود بھی خریدیئے اور اپنے احباب کو دعوت دیجئے!

- بنیادی طور پر کم از کم 10 شیئرز خریدنے کی درخواست دی جاسکتی ہے۔
- خواہشمند خواتین و حضرات درج ذیل پتہ سے درخواست فارم **مفت** منگوا سکتے ہیں۔
- سال کے اختتام پر مکمل حساب پیش کر کے منافع شیئر ہولڈرز میں تقسیم کر دیا جائے گا۔
  شرح منافع 20 سے 30 فیصد تک متوقع ہے۔
- کارپوریشن 15 دن کے اندر اندر حصص سرٹیفکیٹس جاری کرنے کی پابند ہوگی۔
- شیئرز قابل فروخت اور قابل انتقال ہونگے لیکن کارپوریشن کو مطلع کرنا ضروری ہوگا۔
- فیصلہ قرآن و سنت کے مطابق کیا جائے گا۔

پروفیشنل اور تجربہ کار ٹاؤن پلانرز کے زیر نگرانی عظیم الشان رہائشی منصوبہ جات

اسلام آباد موٹروے سٹی جماعت اسلامی کے مجوزہ مرکز **قرطبہ سٹی** اور تعمیر ملت ایجوکیشن سٹی (شفا انٹرنیشنل ہسپتال اسلام آباد) کے درمیان اور نیو انٹرنیشنل اسلام آباد ایئرپورٹ اور بین الاقوامی شاہراہ **موٹروے** کے قریب واقع ہے۔

بکنگ جاری ہے

اسلام آباد موٹروے سٹی

(خیبر بلاک)

سائز پلاٹس			
رہائشی پلاٹس	5 مرلہ	10 مرلہ	1 کنال
زرعی فارم	5 کنال	10 کنال	20 کنال

کمرشل پلاٹس	
سائز 20x10	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 30 ہزار روپے
سائز 30x12	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 50 ہزار روپے

قیمت اور طریقہ ادائیگی

قیمت	ایڈوانس	ماہانہ قسط
10,000 روپے فی مرلہ	1,000 روپے فی مرلہ	100 روپے فی مرلہ

رجسٹری	کل قیمت کا نصف یکمشت ادا کرنے پر 15 دن میں رجسٹری
نوٹ	کارنر اور ڈبل روڈ فیسنگ پلاٹ پر دس فیصد زائد قیمت

5 مرلہ' 7 مرلہ اور 10 مرلہ کے پلاٹس پر رہائشی مکان تعمیر کر کے آسان اقساط پر فروخت کئے جائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

مزید تفصیلات کے لئے:

الاتحاد کارپوریشن
7۔ دبئی پلازہ سکستھ روڈ چوک' مری روڈ' راولپنڈی
ڈرافٹ بنام اکاؤنٹ نمبر 69-4137 حبیب بنک رحمٰن آباد برانچ مری روڈ راولپنڈی

محمد نصیر خان مروت
چیف ایگزیکٹو

فون: 051-4581451 موبائل: 0333-5111385 ای میل: al_ittehad@hotmail.com

Designed by: SUTOOR Grafix: 0303 - 651 39 66